مطالعۂ قرآن حکیم کا

# (درسی) منتخب نصاب

نکات برائے درس و تدریس

حصہ سوم

مؤلف

حافظ انجینیر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ

شعبہ مطبوعات
انجمن خدام القرآن سندھ کراچی رجسٹرڈ

مرحوم ومغفور مؤسس انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی محترم ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کی دیرینہ خواہش اور عمل کے عین مطابق، انجمن ہذا اپنی تمام تصنیفات، تالیفات اور خطابات (آڈیوز/ وڈیوز) کو طبع اور تیار کر کے چاہے قیمتاً یا مفت تقسیم کرنے کی مکمل اجازت دیتی ہے، اس ضمن میں ہمارا "محفوظ حقوق" کا کوئی تقاضا بھی نہیں۔ البتہ اجراء کنندہ ان تمام مواد کے نسخے/ نقل، اجراء سے قبل انجمن کو تحریری اطلاع کے ساتھ بھیجنے کا پابند ہوگا اور ان میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے کا مجاز نہیں ہوگا۔ یہ تبدیلی یعنی الفاظ، غلط اقتباس، سیاق وسباق سے الگ کر کے جملے کا حوالہ یا اس کا ایسا استعمال جس سے انجمن ہذا اور اس کے مولفین کی صحیح ترجمانی نہ ہوتی ہو اور اس سے ہماری عزت وشہرت پر حرف آئے، تو ہم اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتے ہیں۔



| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | منتخب نصاب (درسی) حصہ سوم |
| مؤلف | : | حافظ انجینئر نوید احمد حفظہ اللہ |
| ناشر | : | مدیر مطبوعات، انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی<br>مرکزی دفتر: B-375 علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ<br>بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی<br>فون: +92-21-34993436-7 |
| ای میل | : | Publications@QuranAcademy.com |
| ویب سائٹ | : | www.QuranAcademy.com |
| طبع 01 تا 10 | : | 9000 |
| طبع 11 | : | ربیع الاوّل 1444ھ اکتوبر 2022ء |
| تعداد | : | 1100 |
| قیمت | : | 330/= |


**ملک بھر میں قرآن اکیڈمیز و مراکز**

**Karachi:**
Quran Academy Defence 021-35340022-4
Quran Academy Yaseenabad 021-36337361 - 36806561
Quran Academy Korangi 021-35074664
Quran Institute Gulistan-e-Johar 021-34030119

**Hyderabad:**
Quran Academy Qasimabad 022-2106187
Quran Institute latifabad 022-3860489

**Sukkur:**
Quran Markaz Sukkur 071-5807281

**Quetta:**
Quran Academy Quetta 081-2842969

**Jhang:**
Quran Academy Jhang 047-7630861 - 7630863

**Faisalabad:**
Quran Academy Faisalabad 041-2437618

**Lahore:**
Quran Academy Lahore 042-35869501-3

**Multan:**
Quran Academy Multan 061-6510451 - 6520451

**Islamabad:**
Quran Academy Islamabad 051-2605725

**Gujranwala:**
Quran Markaz Gujranwala 055-3891695 - 0334-4600937

**Peshawar:**
Quran Markaz Peshawar 091-2584824 - 2019541

**Malakand:**
Quran Markaz Temargara 0945-601337

**Azad Kashmir:**
Quran Markaz Muzaffarabad 0982-2447221

# انتساب

اُن باہمت حضرات وخواتین کے نام

جو الفاظِ قرآنی

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (یونس 10:58)

پر یقین کی عملی مثال قائم کرتے ہوئے اور حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ (بخاری)

کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے دنیا کی عارضی لذتوں کے مقابلے میں

آخرت کی ابدی کامیابی کے حصول کے لیے

اپنی بہترین صلاحیتیں

قرآنِ کریم کے سیکھنے اور سکھانے کے لیے

وقف کر دیں۔

# فہرست


| | | |
|---|---|---|
| 1 | منتخب نصاب حصّہ سوم تعارف | 5 |
| 2 | درسِ اوّل: سورۃ المؤمنون 23 آیات 1-11<br>اور سورۃ المعارج 70 آیات 19-35 | 6 |
| 3 | درسِ دوم: سورۃ الفرقان 25 آیات 61-77 | 23 |
| 4 | درسِ سوم: سورۃ التحریم 66 | 41 |
| 5 | درسِ چہارم: سورۃ بنی اسرائیل 17 رکوع 3-4 | 62 |
| 6 | درسِ پنجم: سورۃ الحجرات 49 | 88 |
| 7 | جہاد فی سبیل اللہ | 113 |


## حوالہ جات

- ''مطالعۂ قرآنِ حکیم کا منتخب نصاب'' کتابی صورت میں، جس میں منتخب نصاب میں شامل تمام مقامات کا متن ترجمہ اور مختصر تفسیر موجود ہے۔
- منتخب نصاب کے تمام مقامات کے دروس پر مشتمل الہدیٰ کمپیوٹر CD
- منتخب نصاب کے تمام مقامات کے تفصیلی دروس پر مشتمل 3 کمپیوٹر CDs،12 DVD's اور USB پر موجود ہیں

# منتخب نصاب حصّہ سوم

## تعارف

اِس حصّہ کا موضوع ہے عملِ صالح۔ یہ حصہ پانچ دروس پر مشتمل ہے جن کے موضوعات اور اِن کا باہمی ربط حسبِ ذیل ہے:

- درسِ اوّل (سورۃ المؤمنون[23] آیات 1-11 اور سورۃ المعارج[70] آیات 19-35 کا تقابلی مطالعہ) اُن بنیادی اوصاف کے بیان پر مشتمل ہے جن پر ایک فرد کی سیرت و کردار یا خودی کی تعمیر ہوتی ہے۔
- درسِ دوم (سورۃ الفرقان[25] کا آخری رکوع) اُن تکمیلی اوصاف کے بیان پر مشتمل ہے جو پوری طرح سے تربیت یافتہ شخصیت میں پائے جاتے ہیں۔ یہ مقام قرآنِ حکیم کے انسانِ مطلوب کے سیرت و کردار کی نہایت عمدہ تصویر کشی کرتا ہے۔
- درسِ سوم (سورۃ التحریم[66]) خاندانی زندگی کے بارے میں ہدایات پر مشتمل ہے۔
- درسِ چہارم (سورۃ بنی اسرائیل[17] کا تیسرا اور چوتھا رکوع) معاشرتی معاملات یعنی معاشرتی اقدار (Social Values) اور معاشرتی برائیوں (Social Evils) سے بحث کرتا ہے۔
- درسِ پنجم (سورۃ الحجرات[49]) مسلمانوں کی ملی زندگی یا ریاست کی سطح سے متعلق معاملات کے بارے میں ہدایات پر مشتمل ہے۔
- گویا منتخب نصاب کا حصّہ سوم ہر سطح پر اعمالِ صالحہ کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہ حصہ فرد کی ذاتی زندگی کے بارے میں ہدایات سے شروع ہو کر خاندان، معاشرہ اور بالآخر ریاست کی سطح پر ہدایات کی وضاحت کرتا ہے۔

## درس اوّل:

سورۃ المؤمنون 23 آیات 1-11 اور سورۃ المعارج 70 آیات 19-35

### سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنُوْنَ 23 آیات 1-11

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ
مُعْرِضُوْنَ ۝۳ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوْنَ ۝۴ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۵ اِلَّا عَلٰٓی
اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝۶ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ
فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۷ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ ۝۸ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی
صَلَوٰتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝۹ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝۱۰ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ
ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱

### سُوْرَۃُ الْمَعَارِجِ 70 آیات 19-35

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ ھَلُوْعًا ۝۱۹ اِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝۲۰ وَّاِذَا مَسَّہُ الْخَیْرُ مَنُوْعًا ۝۲۱
اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ ۝۲۲ الَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَاتِھِمْ دَآئِمُوْنَ ۝۲۳ وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ
مَّعْلُوْمٌ ۝۲۴ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝۲۵ وَالَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ۝۲۶ وَالَّذِیْنَ ھُمْ
مِّنْ عَذَابِ رَبِّھِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝۲۷ اِنَّ عَذَابَ رَبِّھِمْ غَیْرُ مَاْمُوْنٍ ۝۲۸ وَالَّذِیْنَ ھُمْ
لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۲۹ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ
مَلُوْمِیْنَ ۝۳۰ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۳۱ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَ
عَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ ۝۳۲ وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِشَھٰدٰتِھِمْ قَآئِمُوْنَ ۝۳۳ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَاتِھِمْ
یُحَافِظُوْنَ ۝۳۴ اُولٰٓئِکَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّکْرَمُوْنَ ۝۳۵

## تمہیدی نکات:

1. منتخب نصاب کے حصّہ سوم کا درسِ اوّل سورۃ المؤمنون کی آیات 1-11 اور اِن ہی کی ہم مضمون سورۃ المعارج کی آیات 19-35 کے تقابلی مطالعہ پر مشتمل ہے۔

2. اِس درس کا موضوع "تعمیر سیرت کی اساسات" ہے یعنی وہ بنیادی صفات جن پر قرآنِ حکیم کے انسانِ مطلوب کی سیرت و کردار کی تعمیر ہوتی ہے۔ یہ صفات حسبِ ذیل ہیں:

- نماز میں خشوع و خضوع
- لایعنی باتوں سے اعراض
- تزکیۂ نفس کے لیے کوشش
- جنسی جذبے پر قابو رکھنا
- ایفائے عہد و ادائے امانت
- حفاظتِ نماز

3. اِس درس میں شامل دونوں مقامات کے تقابلی مطالعہ سے فہم قرآن کے دو اسلوب نمایاں ہو جاتے ہیں:

i. اَلْقُرْاٰنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا "قرآن کا ایک حصہ دوسرے کی وضاحت کرتا ہے"۔

ii. اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ (الزمر[39]: 23) "اللہ نے نازل فرمایا ہے بہترین کلام یعنی ایسی کتاب جس میں مضامین ملتے جلتے اور دہرائے جاتے ہیں" کے مطابق قرآنِ حکیم میں اہم مضامین یکساں اصطلاحات و ترتیب کے ساتھ یا مختلف اصطلاحات و ترتیب کے ساتھ دو یا اِس سے زائد بار بیان کیے جاتے ہیں جیسے:

- نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٩﴾ (الصف[61]:9، التوبۃ[9]:33)

"وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول ﷺ کو ہدایت (یعنی قرآنِ حکیم) اور دینِ حق (نظامِ عدل) دے کر تا کہ وہ (رسول اکرم ﷺ) غالب کر دیں اِسے کل نظامِ زندگی پر، چاہے مشرکین کو کتنا ہی بُرا لگے"۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿٢٨﴾ (الفتح[48]:28)

"وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول ﷺ کو ہدایت (یعنی قرآنِ حکیم) اور دینِ حق (نظامِ عدل) دے کر تا کہ وہ (رسول اکرم ﷺ) غالب کر دیں اِسے کل

نظامِ زندگی پر اور اللہ کافی ہے بطور گواہ"۔

- **غلبۂ دین کے لیے نبی اکرم ﷺ کا بنیادی طریقۂ کار:**

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ (البقرۃ[2]: 151)

"ہم نے تم میں تمہی میں سے ایک رسول ﷺ کو بھیجا جو تمہیں ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں، تمہارا تزکیہ کرتے ہیں اور تمہیں کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے"۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲﴾ (الجمعۃ[62]: 2)

"وہی ہے (اللہ) جس نے امیین میں ایک رسول ﷺ کو بھیجا تمہی میں سے جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور اُن کا تزکیہ کرتے ہیں اور اُن کو کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور یقیناً پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے"۔

## تقابلی مطالعہ

### سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ . . .

بے شک کامیاب ہو گئے اہلِ ایمان

### سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ . . . بے شک انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے۔ . . اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿۲۰﴾ . . . جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبر اُٹھتا ہے۔ . . وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾ . . . اور جب آسائش حاصل ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔ . . اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿۲۲﴾ . . . سوائے نمازیوں کے۔

- اَفْلَحَ - یُفْلِحُ کے لغوی معنی ہیں پھاڑنا، پھاڑ نکالنا۔ عربی میں کسان کو فَلَّاحٌ کہا جاتا ہے کیوں کہ وہ زمین کا سینہ اپنے ہل کی نوک سے پھاڑتا ہے۔ اِسی طرح عربی زبان کا مقولہ ہے: اِنَّ الْحَدِیْدَ بِالْحَدِیْدِ یُفْلَحُ "بے شک لوہا، لوہے ہی سے کاٹا جاتا ہے"۔ اِس لفظ کے اصطلاحی معنی ہیں کامیاب ہونا، کام نکال لینا۔ (موضح القرآن)
- عام انسان لذاتِ دنیوی یعنی مال و دولت، جاہ و منصب، شہرت، اقتدار، وغیرہ کے حصول کو کامیابی سمجھتا ہے لیکن جو شخص اِس حقیقت کو جان لے کہ تمام لذاتِ دنیوی "مَتَاعُ الْغُرُوْرِ" (دھوکے کا سامان) ہیں اور اصل کامیابی آخرت میں حاصل ہو گی اور پھر اِس کے حصول کی کوشش کرے، گویا متاع الغرور کے پردے کو پھاڑ کر کامیابی کی اصل حقیقت کا سراغ لگا لے وہ ہی مُفلح یعنی کامیاب ہونے والا ہے۔ دنیا کے فریب کی حقیقت جگر مراد آبادی نے کتنے خوبصورت انداز سے بیان کی ہے:

ع یہ فریب جلوہ ہے سر بہ سر مجھے ڈر ہے اے دلِ بے خبر
کہیں جم نہ جائے تری نظر انہی چند نقش و نگار پر

- انسان کی عظمت کی اصل وجہ اُس کے خاکی وجود میں پنہاں روحِ ربانی ہے:

ع ہے ذوقِ تجلی بھی اِسی خاک میں پنہاں
غافل تو نرا صاحبِ ادراک نہیں ہے

اِسی روح ربانی کی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا گیا اور اُسے مسجودِ ملائک ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ

(الحجر[15]: 29، ص[38]: 72)

"جب میں اُس کو (صورتِ انسانیہ میں) درست کر لوں اور اُس میں اپنی روح میں سے
پھونک دوں تو اُس کے آگے سجدے میں گر پڑنا"۔

روحِ ربانی کی احتیاج اور اِس کے لیے ذریعۂ تسکین ذکرِ الٰہی اور وحیِ ربانی ہے۔ انسان کی اصل شخصیت یہ روحِ ربانی یعنی روحانی وجود ہے۔ انسان کا یہ روحانی وجود اُس کے اُس خاکی یعنی حیوانی وجود کے خول میں لپٹا ہوا ہے، جس کے تقاضے بڑے شدید اور فوری طور پر محسوس و مشہود ہیں۔ عام انسان اِس

حیوانی وجود کو ہی اصل انسان سمجھ کر اِسی کے تقاضوں کو پورا کرنے میں لگا رہتا ہے۔ اِسی لیے اللہ نے فرمایا:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (الحشر[59]: 19)

"اور اُن لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے اُنہیں اپنے آپ سے غافل کر دیا، یہی لوگ فاسق ہیں"۔

اُپنشد کا جملہ ہے [1]:

*"Man, in his ignorance, identifies himself with the material sheaths that encompass his true Self."*

ع اِس پیکرِ خاکی میں اِک شے ہے سو وہ تیری
میرے لیے مشکل ہے اِس شے کی نگہبانی

البتہ مُفلح یعنی کامیاب ہونے والا انسان وہ ہے جو اِس ظاہری وجود کے پردے کو چاک کر کے اپنی اصل شخصیت و حقیقت کو جان لے اور پھر اِس کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرے:

ع گاہ مری نگاہِ تیز چیر گئی دلِ وجود
گاہ الجھ کے رہ گئی مری توہمات میں

- سورۃ المعارج کی آیات 19 تا 22 فلاحِ انسانی کی تشریح کرتی ہیں۔ عام انسان اِس دنیوی زندگی کو اصل زندگی سمجھتا ہے، یہاں کے برے حالات کا شدید تاثر لیتا ہے اور یہاں کی نعمتوں کو سمیٹ سمیٹ کر رکھتا ہے۔ فلاح پانے والا انسان وہ ہے جو دنیا کی بے ثباتی و ناپائیداری کو سمجھ لے اور یہاں کے اچھے یا برے حالات کو عارضی سمجھ کر اِن سے زیادہ متاثر نہ ہو۔
- سورۃ المعارج میں اہلِ ایمان کو اَلْمُصَلِّيْنَ یعنی نمازی کہا گیا ہے۔ قرآنِ حکیم ایمان اور نماز کو لازم وملزوم قرار دیتا ہے۔ تحویلِ قبلہ کے موقع پر جب یہود نے کہا کہ مسلمانوں کی وہ تمام نمازیں ضائع ہو گئیں جو بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ادا کی گئیں تھیں تو سورۃ البقرۃ[2] آیت 143 میں یہود کی بات کو غلط قرار دیتے ہوئے فرمایا گیا:

(1) Taittiriya Upanishad

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ

"اللہ تمہارے ایمان کو ضائع کرنے والا نہیں ہے"۔

گویا مومن اور مصلّی مترادف و ہم معنی الفاظ ہیں۔

| سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ | سُوْرَةُ الْمَعَارِج |
|---|---|
| اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ ... | اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝ ... |
| جو اپنی نماز میں عاجزی اختیار کرتے ہیں۔ | جو باقاعدہ نماز کا التزام کرتے ہیں۔ |
| وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ | وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ |
| ... اور جو لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ | ... اور جو لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ |

- دونوں مقامات پر اوّل و آخر نماز کا ذکر کر کے واضح کیا گیا کہ بندۂ مومن کے کردار کی اہم ترین اساس نماز ہے۔ نماز ہی مومن کی شخصیت کی عمارت کا سنگِ بنیاد بھی ہے اور اُس کی بلند ترین منزل بھی۔ یہ اس کے شہرِ زندگی کی ایسی فصیل ہے جس نے پورے طور پر اُس کے معمولات کا احاطہ کر لیا ہے۔ اُس کے روزمرہ کے تمام معاملات اور نظام الاوقات، نماز کے اعتبار سے طے ہوتے ہیں۔
- نماز کی روح خشوع و خضوع ہے لہٰذا سورۃ المؤمنون میں سب سے پہلے اِسی کو بیان کیا گیا ہے۔ البتہ نماز کی ظاہری و باطنی اعتبار سے افادیت اِس پر دوام یعنی اِس کی مستقل ادائیگی سے ہے جسے سورۃ المعارج میں اوّلاً نمایاں کیا گیا ہے۔ نماز کی محافظت کو دونوں مقامات پر بیان کر کے اُس کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔
- خَاشِعُوْنَ دراصل خَاشِعٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں جھکنے والے عاجزی اختیار کرنے والے وغیرہ۔ یہ لفظ تین معانی میں استعمال ہوتا ہے:

i. ظاہری طور پر جھکنا:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ (الغاشیة[88]:2)

"کچھ چہرے اُس روز جھکے ہوئے ہوں گے"۔

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ (القلم[68]:43)

"اُن (نافرمانوں) کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور اُن پر ذلت چھا رہی ہو گی"۔

ii. باطنی طور پر جھکنا یعنی قلبی جھکاؤ:

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ (الحدید[57]:16)

"کیا اہلِ ایمان کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حق کلام نازل فرمایا ہے اُس کے سامنے جھک جائیں؟"

iii. انسان کے پورے وجود کا جھکنا:

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا (آل عمران[3]:199)

"اور بعض اہلِ کتاب ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور اُس (کتاب) پر جو تم پر نازل ہوئی اور اُس پر جو اُن پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کے آگے عاجزی کرتے ہیں اور اللہ کی آیتوں کا تھوڑی سی قیمت کے عوض سودا نہیں کرتے"۔

اِسی اعتبار سے نماز میں خشوع و خضوع اختیار کرنے کا مطلب ہے:

i. ظاہری اعتبار سے خشوع و خضوع کے لیے تعدیلِ ارکان کا اہتمام کیا جائے یعنی نماز کے تمام ارکان متعلقہ آداب کی رعایت کے ساتھ ادا کیے جائیں۔

ii. ظاہری اعضاء و جوارح کے ساتھ ساتھ انسان کا دل بھی اللہ کی طرف متوجہ رہے۔ نماز کا ترجمہ سیکھنے، تلاوت کی جانے والی سورتوں کا پہلے سے تعین کرنے اور یہ تصور کرنے سے کہ شاید یہ میری آخری نماز ہو، حضوریٔ قلب حاصل ہوتی ہے۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے کہ:

ؔ شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب! میرا سجود بھی حجاب

ؔ عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اوّلیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدہ تصورات

(نوٹ: نماز میں خشوع کی کیفیت پیدا کرنے کے لیے شبیر بن نور صاحب کی کتاب "نماز میں خشوع و خضوع" کا مطالعہ مفید رہے گا)

iii. انسان پوری زندگی میں بھی اللہ کے احکامات کے سامنے جھکا ہوا ہو۔ اگر ایسا نہیں تو اُس کا ضمیر اُسے ملامت کرے گا کہ تم ظاہری طور پر تو اللہ کے سامنے جھک رہے ہو لیکن تمہارا نفس اکڑا ہوا ہے اور وہ اللہ کی اطاعت کے سامنے سر جھکانے کو تیار نہیں۔ بقول اقبال:

ع جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

کسی صوفی کا قول ہے کہ "عالم بے عمل مناجات کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے"۔

- نماز میں قرآنِ حکیم کی سمجھ سمجھ کر اور تاثیر محسوس کرتے ہوئے تلاوت انسان کے خشوع و خضوع میں اضافہ کر دیتی ہے۔

اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝١٠٧ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝١٠٨ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝١٠٩ (بنی اسرائیل 17:107-109)

"جب قرآن اُن پر تلاوت کیا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے۔ بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو کر رہا اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں (اور) روتے جاتے ہیں اور قرآن اُن کے خشوع کو اور بڑھا دیتا ہے"۔

- نماز پر مداومت کے معنیٰ ہیں اِسے باقاعدگی سے ادا کرنا۔ سورۃ المعارج میں یہ لفظ خشوع کے بدل کے طور پر آیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ درحقیقت وہی انسان اللہ کے سامنے جھکا ہوا ہے جو نماز باقاعدگی سے ادا کرتا ہے۔ حضوریٔ قلب میسر نہ ہو تب بھی نماز باقاعدگی سے ادا کرنی چاہیے۔ البتہ حضوریٔ قلب کے حصول کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔
- نماز کی محافظت سے مراد ہے طہارت، وضو اور نماز کے مسائل سیکھ کر ان کا اہتمام کرنا اور پھر وقت کی پابندی کرتے ہوئے مسجد جا کر باجماعت نماز ادا کرنا۔

**سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ**

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝٣ . . .
اور جو غیر ضروری کاموں سے دور رہتے ہیں۔

**سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ**

وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝٢٦ . . .
اور جو روزِ جزا کو سچ سمجھتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝٢٧ . . . اور جو اپنے

پروردگار کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ ... بے شک اُن کے پروردگار کا عذاب ہے ہی ایسا کہ اِس سے بے خوف نہ ہوا جائے۔

- لغو سے مراد وقت گزاری (Time killing) کے وہ مشاغل ہیں جو نہ دنیوی زندگی کے لیے مفید ہیں اور نہ ہی آخرت کے لیے کارآمد۔سورۃ المعارج میں وضاحت ہے کہ بندۂ مومن آخرت میں جواب دہی کے احساس اور اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہوئے لایعنی مشاغل سے اجتناب کرتا ہے۔اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) کی روشنی میں انسان کی محدود دنیوی زندگی پر آخرت کی طویل زندگی کا انحصار ہے۔ یہاں کی مختصر زندگی میں جو کچھ بویا جائے گا وہی آخرت کی طویل زندگی میں کاٹنا پڑے گا۔ یہاں کا وقتی عمل آخرت میں امر بن جائے گا۔ اِس دنیا میں انسان کا اصل سرمایہ وقت ہے اور روزِ قیامت اُن گھڑیوں پر انسان کو شدید افسوس ہوگا جو غفلت میں بیت گئیں۔ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

لَيْسَ يَتَحَسَّرُ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَّا عَلٰى سَاعَةٍ مَرَّتْ بِهِمْ لَمْ يَذْكُرُوا اللهَ تَعَالٰى فِيْهَا [1]

"جنت میں جانے کے بعد اہلِ جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی افسوس نہیں ہوگا سوائے اُس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گزر گئی"۔

آخرت پیشِ نظر ہو تو یہاں کا لمحہ لمحہ قیمتی محسوس ہوتا ہے اور ایک عقل مند انسان ہرگز اپنے لمحات کو لایعنی مشاغل میں برباد نہیں کرتا بلکہ وقت کا مفید (Productive) استعمال کر کے آخرت کی عملی تصدیق کرتا ہے۔ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ [2]

"ایک انسان کے اسلام کی خوبی لایعنی باتوں کا ترک کر دینا ہے"۔

ع میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو
نہیں ہے بندۂ حُر کے لیے جہاں میں فراغ

---

(۱) شعب الإیمان للبیهقی، فصل فی إدامة ذکر الله عز و جل عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
(۲) سنن الترمذی، کتاب الزُّهْدِ عَنْ رَسُوْلِ الله، باب فِيْمَنْ تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ يُضْحِكُ بِهَا النَّاسَ... عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ

## سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴ . . .

اور جو تزکیہ کرتے رہتے ہیں۔

## سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝۲۴ . . .

اور جن کے اموال میں حصّہ مقرر ہے۔

لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝۲۵ . . . مانگنے والے

اور محروم کا۔

- زکوٰۃ کے لغوی معنی ہیں پاکیزگی، اور اصطلاحی معنی ہیں وہ معیّن صدقہ جو ہر صاحبِ نصاب کو اللہ کے طے کردہ مصارف میں ہر سال دینا لازم ہے۔ زکوٰۃ کا لفظ جب اصطلاحی معنی میں استعمال ہوتا ہے تو اِس کے ساتھ لفظ "اِيْتَاءِ" آتا ہے۔ یہاں زکوٰۃ کا لفظ لغوی معنی میں آیا ہے کیوں کہ اِس کے ساتھ لفظ "فٰعِلُوْنَ" ہے۔ گویا یہاں زکوٰۃ کا لفظ "تزکیہ" کے معنی میں آیا ہے۔
- تزکیہ کے معنی ہیں نشوونما کرنا، پروان چڑھانا اور ان رکاوٹوں کو دور کرنا جو پرورش میں حائل ہیں۔ ایک مالی باغ میں جاکر جب کیاری سے خودرو پودوں کو نکالتا ہے تاکہ زمین سے تمام توانائی صرف مطلوبہ درخت یا پودے حاصل کریں تو مالی کے اِس عمل کو تزکیہ کہا جاتا ہے۔ اِسی طرح جب انسان اپنا احتساب کرتے ہوئے اللہ کی ناپسندیدہ چیزوں کو ترک کرتا ہے اور پسندیدہ چیزوں کو تقویت دیتا ہے تو یہ عمل تزکیۂ نفس کہلاتا ہے۔ تزکیۂ نفس میں ایک بڑی رکاوٹ مال کی محبت ہے جو نہایت شدت کے ساتھ انسان میں رکھ دی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝۸ {العدیٰت[100]:8}

"اور بے شک انسان مال سے شدید محبت کرنے والا ہے"۔

جب تک مال کی محبت دل سے نہ نکلے گی انسان کے نفس کا تزکیہ نہیں ہو سکتا:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا {التوبۃ[9]:103}

"اُن کے مال میں سے صدقہ قبول کیجیے کہ اِس سے آپ ﷺ اُن کو (ظاہر میں بھی) پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے ہیں"۔

مال خرچ کرنے ہی سے نیکی کی اصل حقیقت کو پایا جاسکتا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ {آلِ عمران[3]:92}

"(مومنو!) جب تک تم اُن چیزوں میں سے جو تمہیں عزیز ہیں (اللہ کی راہ میں) خرچ
نہ کرو گے کبھی نیکی حاصل نہ کر سکو گے"۔

اِسی طرح قربِ الٰہی حاصل کرنے کے لیے بھی دل سے دنیا کی محبت نکالنی ہوگی اور اِس کے لیے مال خرچ کرنا ہوگا:

ع ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

اِسی لیے سورۃ المعارج میں وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ کے نیک بندے تزکیۂ نفس کے لیے اپنی محبوب شے یعنی مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

- سورۃ المعارج میں حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ انسان کے پاس ضرورت سے زائد مال مستحقین کا حق ہے۔ حکم باری تعالیٰ ہے:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ (بنی اسرائیل 17:26)

"اور رشتہ داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو اُن کا حق ادا کرو"۔

مستحقین تک صدقات پہنچا کر اُن کا احسان مند ہونا چاہیے کہ انہوں نے حق کی ادائیگی کا موقع فراہم کر دیا۔

- تزکیۂ نفس کے لیے مال خرچ کرنے کی قانونی صورت تو وہ معین حصہ ہے جسے "زکوٰۃ" کہا جاتا ہے۔ البتہ اخلاقی اعتبار سے اِس کی انتہائی صورت وہ تمام مال اللہ کی خوشنودی کے لیے خرچ کرنا ہے جو ضرورت سے زائد ہو۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ (البقرۃ 2:219)

"وہ آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کتنا مال خرچ کریں تو کہہ دیجیے کہ
جو ضرورت سے زیادہ ہو"۔

- لفظ فٰعِلُوْنَ اِس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ تزکیۂ نفس کے عمل پر مسلسل کاربند رہنا چاہیے اور آخری سانس تک اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے کہ کہیں کوئی شے اللہ سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے۔ اپنے وجود میں تطہیر و تعمیر تزکیۂ نفس کہلاتی ہے اور اِسی تزکیے کا اگلا درجہ خارج میں تطہیر و تعمیر ہے جسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہا جاتا ہے۔

## سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ آیات 7-5 اور سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ آیات 31-29

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ ... اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ ... سوائے اپنی بیویوں کے ... اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ ... یا اپنی کنیزوں کے ... فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ ... تو اِس معاملہ میں اُن پر کوئی ملامت نہیں۔ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ ... اور جو لوگ (جنسی تسکین کے لیے) اِس کے سوا کوئی اور راہ اختیار کریں گے ... فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ ... وہی لوگ حد سے نکلنے والے ہیں۔

- انسان کے حیوانی تقاضوں میں جنسی جذبہ انتہائی شدید ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت دینے پر جنت کی نوید دی ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

مَنْ يَضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ (۱)

"جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرم گاہ کے بارے میں ضمانت دے گا میں اُسے جنت کی ضمانت دوں گا"۔

دیگر مذاہب میں جنسی جذبے کو فی نفسہٖ ایک برا جذبہ سمجھا جاتا ہے لیکن اسلامی تعلیمات کے مطابق یہ جذبہ برا نہیں بلکہ مفید ہے اگر اِس کی تسکین کا سامان Sex Discipline کے تحت صرف بیویوں یا کنیزوں سے کیا جائے۔ اسلام کسی بھی فطری جذبے کو کچلنے کی نہیں بلکہ مثبت اور صحت مند خطوط پر قابو کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔

- اسلام نے عدل کی شرط کے ساتھ ایک وقت میں چار بیویاں رکھنے کی اجازت دی ہے۔ البتہ کنیزوں کے بارے میں بعض اہم ہدایات حسب ذیل ہیں:

1. کنیز ایک شخص کی ملکیت ہوتی ہے اور اُس سے نکاح نہیں ہوتا۔ اگر نکاح کر لیا جائے تو اب وہ بیوی ہے کنیز نہیں۔
2. کنیز سے ایک وقت میں صرف اُس کا مالک ہی استمتاع کر سکتا ہے۔ البتہ وہ اُسے فروخت کر سکتا ہے یا ہبہ کر سکتا ہے۔ کنیز سے مالک کی اولاد ہو تو اب کنیز کو فروخت نہیں کیا جا سکتا اور یہ اولاد بیوی سے اولاد کے بالکل برابر ہوگی۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب الرِّقَاقِ، باب حِفْظِ اللِّسَانِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ

3. مالک کسی کو اپنی کنیز سے نکاح کی اجازت دے سکتا ہے لیکن اب کنیز پر اُس کا حق استمتاع ختم ہو جاتا ہے، البتہ کنیز سے خدمت اب بھی لے سکتا ہے۔
4. اِن آیات کی رُو سے مرد بیوی اور کنیز سے استمتاع کر سکتا ہے لیکن عورت اپنے غلام سے استمتاع نہیں کر سکتی۔
5. بیوی کے لیے مسلمان یا اہل کتاب ہونے کی شرط ہے لیکن کنیز کے لیے ایسا نہیں اور نہ ہی کنیزوں کی تعداد پر کوئی پابندی ہے۔
6. اِن آیات کی رو سے بیویوں یا کنیزوں کے علاوہ کسی طریقہ پر مادۂ شہوت خارج کرنے کی کوشش کرنا حرام ہے۔
7. قرآنِ حکیم نے اپنے نزول کے وقت موجود کنیزوں سے تصرف کو جائز قرار دیا اور جہاد فی سبیل اللہ کے نتیجے میں مالِ غنیمت کے طور پر آنے والی خواتین کی تقسیم کو بھی جائز کہا۔ البتہ اب یہ سلسلہ ختم ہو چکا ہے فی الحال جنسی جذبہ کی تسکین کا واحد ذریعہ صرف بیوی ہے۔ کسی آزاد مرد یا عورت کو اغوا کر کے بحیثیت غلام یا کنیز فروخت کرنا حرام اور بہت بڑا گناہ ہے۔
8. اسلامی تعلیمات کے مطابق صرف میدانِ جنگ سے گرفتار ہونے والے قیدیوں کو غلام یا کنیز بنایا جا سکتا تھا۔ پھر اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کی خاص تاکید کی جاتی تھی۔ کئی گناہوں کا کفارہ غلاموں یا کنیزوں کو آزاد کرنا مقرر کیا گیا۔ غلاموں اور کنیزوں کو آزاد کرنے کی اِس قدر ترغیب دی گئی کہ رفتہ رفتہ معاشرے سے یہ سلسلہ بالکل ختم ہو گیا۔
9. غلاموں اور کنیزوں کے ادارے کو ختم کرنے کا حتمی حکم قرآن و حدیث میں موجود نہیں اور ممکن ہے کہ قیامت سے قبل اُن جنگوں کے دوران اِس ادارے کو دوبارہ جاری کرنا پڑے جن کی خبر احادیثِ مبارکہ میں دی گئی ہے۔

## سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْن

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿٨﴾ ... اور جو لوگ اپنی امانتوں اور وعدوں کی پاسداری کرنے والے ہیں۔

## سُوْرَةُ الْمَعَارِج

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿٣٢﴾ ... اور جو لوگ اپنی امانتوں اور وعدوں کی پاسداری کرنے والے ہیں۔ ... وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿٣٣﴾ ... اور

جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں۔

- تمام معاملاتِ انسانی امانتوں اور معاہدوں پر منحصر ہوتے ہیں۔ ادائے امانت اور ایفائے عہد کے بارے میں انسان کا طرزِ عمل اُس کی شخصیت و کردار کی حقیقت کو واضح کر دیتا ہے۔ ارشاداتِ نبوی ﷺ ہیں:

لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهٗ وَ لَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ (۱)

"اُس شخص کا کوئی ایمان نہیں جس میں امانت نہیں اور اُس کا کوئی دین نہیں جس میں عہد کی پاسداری نہیں"۔

اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔ زَادَ فِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ (۲)

"منافق کی تین نشانیاں ہیں (یعنی تین برائیاں ہیں جو اُس کے کردار میں راسخ ہو جاتی ہیں)۔ جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے، اُسے پورا نہ کرے اور جب اُس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ خیانت کرے"۔ مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ "اگر چہ وہ روزے رکھے اور نماز پڑھے اور گمان رکھے کہ وہ مسلمان ہے"۔

- **ادائے امانت:**

امانت وہ شے یا مال بھی ہے جو کسی نے کسی کے پاس رکھوایا ہو۔ لیکن وسیع معنی میں کسی مجلس کی خصوصی کاروائی، کسی کا راز، کوئی اختیار یا منصب، کسی طلب کرنے والے کے لیے مشورہ، کسی کے حق میں رائے وغیرہ سب امانت کے ذیل میں آتا ہے۔ پھر اِس دنیا میں انسان کو ملنے والی ہر نعمت اور صلاحیت بھی اللہ کی امانت ہے۔

- **ایفائے عہد:**

تمام معاملات انسانی تحریری یا غیر تحریری معاہدوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ معاہدوں کی تین اقسام ہیں:

i. **اپنے آپ سے**، جیسے گناہوں پر توبہ، کسی نیک عمل کا پکا ارادہ وغیرہ

(۱) مسند احمد، کتاب بَاقِي مُسْنَدِ الْمُكْثِرِينَ، باب مُسْنَدُ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ؓ، 11935

(۲) صحیح البخاری، کتاب الْإِيمَانِ، باب عَلَامَةِ الْمُنَافِقِ و صحیح مسلم، کتاب الْإِيمَانِ، باب بَيَانِ خِصَالِ الْمُنَافِقِ عن ابی ھریرۃ ؓ

ii. بندوں سے، جیسے خرید و فروخت یا خدمت کے معاہدات، عقدِ نکاح، والدین اور اولاد کے حقوق، دیگر حقوق العباد وغیرہ

iii. اللہ سے، جس کا ذکر سورۃ التوبۃ[9] آیت 111 میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾

"بے شک اللہ نے اہل ایمان سے اُن کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں جنت کے عوض میں۔ وہ اللہ کے راستے میں جنگ کرتے ہیں، قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں۔ یہ وعدہ اللہ کے ذمے ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں۔ اور اللہ سے بڑھ کر کون وعدہ وفا کرنے والا ہے۔ پس خوشیاں مناؤ اپنے اُس سودے پر جو تم نے کیا ہے اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے"۔

- **ادائے شہادت:**

شہادت بھی امانت ہی کی شکل ہے۔ شہادت کا چھپانا باطنی یعنی دل کے گناہ کے مترادف ہے:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ (البقرۃ[2]:283)

"اور (دیکھنا) شہادت کو مت چھپانا۔ جو اُس کو چھپائے گا وہ دل کا گنہگار ہو گا"۔

سب سے بڑی نعمت اللہ کی عطا کردہ کتاب یعنی ہدایتِ ربانی ہے جس کی تعلیمات کی قول و عمل سے گواہی دینا ہم سب پر فرض ہے اور اِس سے پہلو تہی سب سے بڑا ظلم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَتَمَ شَهَادَةً عِندَهُ مِنَ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٤٠﴾ (البقرۃ[2]:140)

"اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی شہادت (یعنی اِس گواہی) کو جو اُس کے پاس (کتاب میں موجود) ہے چھپائے اور جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے غافل نہیں ہے"۔

ختمِ نبوت کی وجہ سے نوعِ انسانی کے سامنے دینِ حق کی گواہی دینے کا فریضہ اب مسلمانوں کے ذمہ ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرۃ[2]:143)

"اور اِسی طرح ہم نے تم کو درمیانی اُمت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول ﷺ تم پر گواہ بنیں"۔

اِسی ذمہ داری کو زیادہ تاکیدی انداز سے یوں بیان کیا گیا:

وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِىْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (الحج[22]:78)

"اور اللہ (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا کہ اُس کے لیے جہاد کرنے کا حق ہے۔ اُس نے تمہیں چُن لیا ہے اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں رکھی۔ (یہ دین) راستہ ہے تمہارے جدِ امجد ابراہیم علیہ السلام کا۔ اُنہوں نے تمہارا نام مسلمان رکھا اِس سے پہلے اور اب بھی تاکہ (روزِ قیامت) رسول ﷺ گواہ بن جائیں تم پر اور تم گواہ بن جاؤ لوگوں پر"۔

مسلمانوں کی ذمہ داری صرف تبلیغِ دین نہیں بلکہ عدل کے علمبردار اور گواہ بن کر کھڑے ہونا بھی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ (النساء[4]:135)

"اے ایمان والو! عدل پر قائم رہو اور اللہ کے لیے سچی گواہی دو، خواہ (اِس میں) تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو"۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (المائدۃ[5]:8)

"اے ایمان والو! کھڑے ہو جاؤ اللہ کے لیے عدل کی گواہی دینے والے بن کر اور لوگوں کی دشمنی تمہیں اِس بات پر آمادہ نہ کرے کہ عدل چھوڑ دو (بلکہ) عدل کرو کہ یہی

پرہیز گاری کی بات ہے"۔

## سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ

أُولَٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿١٠﴾ ... یہی لوگ وارث ہیں۔ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ... جو وارث بنیں گے ٹھنڈی اور گھنی چھاؤں والی جنت کے ... هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿١١﴾ ... وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔

## سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ

أُولَٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿٣٥﴾ ... یہی لوگ ہیں جن کا جنت میں اکرام کیا جائے گا۔

اللہ کے نیک بندوں کا جنت میں اکرام کیا جائے گا۔ ویسے تو سب انسان اللہ کے در کے فقیر ہیں اور اللہ بطورِ خیرات بھی اپنی نعمتوں سے نواز دے تو اس کا احسان ہے۔ لیکن اُس کی شانِ کریمی ہے کہ وہ جنت میں اپنے نیک بندوں کا مہمانوں کی طرح اعزاز و اکرام فرمائے گا۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى ذٰلِكَ!

سورۃ المؤمنون میں اللہ کے اکرام کی وضاحت ہے۔ اللہ کے نیک بندے فردوس کے وارث ہوں گے یعنی ایسی جنت جس کے سائے انتہائی ٹھنڈے اور گھنے ہوں گے۔

اللہ ہمیں اس درس میں بیان شدہ اوصاف عطا فرمائے اور ہمیں بھی جنت میں داخل ہو کر اس کے ٹھنڈے اور گھنے سائے سے مستفید ہونے والوں میں شامل فرمائے۔ آمین!

## درس دوم:

### سورة الفرقان [25] آیات 61-77

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿٦١﴾ وَ هُوَ
الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿٦٢﴾ وَ عِبَادُ
الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا
﴿٦٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا
عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿٦٦﴾
وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ وَالَّذِيْنَ لَا
يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا
يَزْنُوْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يَخْلُدْ
فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ
حَسَنٰتٍ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ
مَتَابًا ﴿٧١﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾ وَالَّذِيْنَ
اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا ﴿٧٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا
هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿٧٤﴾ اُولٰٓئِكَ
يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ يُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّ سَلٰمًا ﴿٧٥﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ
حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿٧٦﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ
فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾

## تمہیدی نکات:

1. منتخب نصاب کے حصہ سوم کا درسِ دوم سورۃ الفرقان کے آخری رکوع کی آیات 61 تا 77 پر مشتمل ہے۔
2. اِس مقام کا موضوع ہے "بندۂ مومن کی شخصیت کے تکمیلی اوصاف"۔ یہ مقام قرآن کے انسانِ مطلوب کی ہر اعتبار سے پختہ (Mature) اور پوری طرح سے تربیت یافتہ و تعمیر شدہ دل آویز شخصیت کی جھلک پیش کرتا ہے۔
3. پچھلے درس سے اِس مقام کا ربط یہ ہے کہ وہاں وہ بنیادی اوصاف بیان ہوئے تھے جن پر بندۂ مومن کی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے اور یہاں تکمیلی اوصاف کا بیان ہے۔
4. اِس درس میں شامل آیات میں مضامین کی تقسیم اِس طرح سے ہے:

آیات 61-62: ایمان باللہ

آیات 63-67: بندۂ مومن کے تکمیلی اوصاف

آیات 68-71: کبیرہ گناہ، اِن کی سزا اور سزا سے بچنے کے لیے توبہ کا بیان

آیات 72-74: بندۂ مومن کے تکمیلی اوصاف

آیات 75-76: عباد الرحمان کا حسین انجام

آیت 77: ایمان بالرسالت

## آیات پر غور و فکر

### آیات 61-62: ایمان باللہ

### آیت 61:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا ... بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے آسمانوں میں بُرج بنائے ... وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿٦١﴾ اور اُس میں بنایا ایک چراغ (سورج) اور ایک چمکتا ہوا چاند۔

- تَبٰرَكَ (مادہ ب ر ک) کے معنی ہیں "بہت بابرکت ہونا" یا دعائیہ اسلوب میں "بہت بابرکت ہو"۔ برکت کہتے ہیں کسی شے کی خیر کی کثرت کو۔ تبارک ایسی ہستی کے لیے استعمال ہوتا ہے جو کسی شے کے خیر کو ظاہر کر دے۔
- بروج کامادہ ہے ب ر ج جس کے معنی ہیں نمایاں ہونا۔ "تبرُّج" کہتے ہیں خود کو نمایاں کرنا۔ سورۃ الاحزاب[33] آیت 33 میں خواتین کو اِسی لفظ کے ساتھ گھر سے باہر نکل کر اپنے نسوانی حسن کی نمائش کرنے سے منع کیا گیا:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (الاحزاب[33]:33)

"اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ رہو اور دورِ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو"۔

بُرج اُن بلند ستونوں اور میناروں کو کہا جاتا تھا جو پچھلے زمانہ میں شہر کے گرد فصیل کی دیواروں میں بنائے جاتے تھے تاکہ شہر دور سے نظر آسکے۔ اِس آیت میں برج سے مراد وہ ستارے ہیں جو آسمان کی سجاوٹ اور زیب و زینت کا ذریعہ ہیں اور اُن فرشتوں کے لیے چوکیاں ہیں جو آسمان، غیب کی اہم خبروں اور بالخصوص وحی کی حفاظت کرتے ہیں اور سرکش جنات کو اُن تک رسائی سے باز رکھتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ﴿١٦﴾ وَحَفِظْنَاهَا مِن كُلِّ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ﴿١٧﴾ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِينٌ ﴿١٨﴾ (الحجر[15]:16-18)

"اور ہم نے ہی آسمان میں بُرج بنائے اور دیکھنے والوں کے لیے اُس کو سجادیا۔ اور ہر مردود شیطان سے اُسے محفوظ کر دیا۔ ہاں اگر کوئی چوری سے سننا چاہے تو چمکتا ہوا انگارا اُس کے پیچھے لپکتا ہے"۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِّلشَّيَاطِينِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ﴿٥﴾ (الملک[67]:5)

"ہم نے قریب کے آسمان کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی اور اِن کو شیطانوں کو مار بھگانے کا ذریعہ بنایا اور اُن (شیطانوں) کے لیے دہکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

- سراج کہتے ہیں چراغ کو۔ یہاں اِس سے مراد سورج ہے جس میں جلنے کا عمل خود سے ہوتا ہے۔ چاند کے لیے منیر یعنی روشن ہونے کی صفت آئی ہے کیوں کہ وہ سورج کی روشنی سے روشن ہوتا ہے۔

نوٹ: قرآنِ حکیم میں کوئی ایک اصطلاح بھی ایسی نہیں جس کی ثابت شدہ سائنسی تحقیق نے نفی کی ہو۔

## آیت 62:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً... اور اُسی نے بنایا رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا... لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ﴿٦٢﴾ اُس کے لیے جو یاد دہانی حاصل کرنا چاہے (اللہ کی) یا شکر گزار ہونا چاہے (اللہ کا)

- اِس آیت میں رات اور دن کی گردش کے بیان کے لیے خِلْفَةً کا لفظ آیا ہے جس کا مادہ ہے خ ل ف۔ اِس کے معنی ہیں تعاقب کرنا یا پیچھے آنا۔
- آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ آیاتِ الٰہی پر غور و فکر کا حاصل ہے:
  i. تذکر: انسان کی توجہ خالق کی طرف مبذول ہو جاتی ہے۔
  ii. تشکر: تمام مظاہر قدرت انسان کے فائدے کے لیے تخلیق کیے گئے ہیں

## آیات 63-67: بندۂ مومن کے تکمیلی اوصاف

## آیت 63:

وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا... اور رحمان کے بندے زمین پر چلتے ہیں آہستگی سے... وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ﴿٦٣﴾ اور جب اُن سے الجھتے ہیں جذباتی لوگ تو وہ کہتے ہیں سلام۔

- اِس آیت میں اللہ کے محبوب بندوں کو عباد الرحمان کہہ کر پکارا گیا ہے۔ یہ بہت ہی پیارے الفاظ ہیں۔ کسی بھی انسان کے لیے لفظ "عبد" اللہ کو بہت ہی عزیز ہے۔ یہ لفظ شرک کی جڑ کاٹ دیتا ہے اور انسان کے مقصدِ تخلیق یعنی عبادت کو ظاہر کرتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں اکثر و بیشتر جب نبی اکرم ﷺ پر کسی نعمت کا بیان ہوتا ہے تو آپ ﷺ کے لیے عبد کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے:

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ﴿١﴾ {الفرقان25:1}

"بہت ہی بابرکت ہے وہ (ذات) جس نے اپنے بندے پر حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب نازل فرمائی تاکہ وہ خبر دار کرنے والے بن جائیں تمام جہان والوں کے لیے"۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا (الکہف[18]:1)

"سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر (یہ) کتاب نازل کی اور اُس میں کسی طرح کی کجی (اور پیچیدگی) نہ رکھی"۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ (بنی اسرائیل[17]:1)

"پاک ہے وہ (ذات) جو لے گئی ایک ہی رات میں اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اُسے اپنی نشانیاں دکھائیں، بیشک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے"۔

اِسی طرح سے رحمان اللہ کی سب سے پیاری صفت یعنی رحمت کے جوش اور عروج کا اظہار ہے اور ہم اللہ کی اِسی شان کے سب سے زیادہ محتاج ہیں۔

- اِس آیت میں عباد الرحمان کی ایک صفت تواضع و انکساری بیان کی گئی ہے۔ انسان کی چال اُس کی سوچ اور شخصیت کی عکاس ہوتی ہے۔ کسی انسان میں اگر تکبر ہو تو اِس کا اظہار اُس کی چال سے ہو جاتا ہے۔ عباد الرحمن کی چال ظاہر کرتی ہے کہ وہ خود کو آقا نہیں بلکہ بندہ سمجھتے ہیں۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ درخت کی جس شاخ پر پھل لگ جاتے ہیں وہ جھک جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ [1]

"ایسا شخص جنت میں داخل نہ ہو گا جس کے دل میں ذرے کے برابر بھی تکبر ہو گا"۔

رُتبہ جسے دنیا میں خدا دیتا ہے — وہ دل میں فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتے ہیں تہی مغز ثناء آپ اپنی — جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے

کہہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکوت
جس میں جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

- اِس آیت میں عباد الرحمان کی دوسری صفت دعوت و تبلیغ کے حوالے سے حکمت بیان کی گئی۔

(1) صحیح مسلم، کتاب الْإِيمَانِ، باب تَحْرِيمِ الْكِبْرِ وَ بَيَانِهٖ۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ

اللہ کے محبوب بندے موقع و محل کی مناسبت سے اپنی دعوت دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ وہ اپنی بات کسی پر ٹھونسا نہیں چاہتے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ سننے والا Receptive Mood میں ہے تو اُسی وقت اپنی بات اُس کے سامنے رکھتے ہیں۔ اگر سننے والا بحث پر آمادہ ہو تو بڑی خوبصورتی سے سلام کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں تا کہ آئندہ بھی گفتگو کا موقع باقی رہے:

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿٥٥﴾ (القصص[28]:55)

"اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں تو اُس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال، تم پر سلام ہو ہم جاہلوں سے نہیں الجھتے"۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿١٠﴾ (المزمل[73]:10)

"اے نبی ﷺ صبر کیجیے اُن کی باتوں پر اور اُن سے کنارہ کشی کیجیے خوبصورتی سے"۔

## آیت 64:

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾

"اور جو رات بسر کرتے ہیں اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام کرتے ہوئے"۔

اِس آیت میں عباد الرحمان کی تیسری صفت نمازِ تہجد کا اہتمام بیان کی گئی۔ اللہ کے محبوب بندے فرض نمازوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ قربِ الٰہی کے حصول کے لیے رات کی تنہائی میں نمازِ تہجد ادا کرتے ہیں۔ نمازِ تہجد طویل قیام و سجود کے ساتھ ادا کرنا سنت نبوی ﷺ ہے۔ طویل قیام کے لیے ضروری ہے کہ قرآنِ کریم کا زیادہ سے زیادہ حصہ حفظ کیا جائے اور نمازِ تہجد کے دوران ٹھہر ٹھہر کر اُس کی تلاوت کی جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ (بنی اسرائیل[17]:79)

"اور رات میں پھر اس (قرآن) کے ساتھ تہجد ادا کرو"۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿١﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٢﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ﴿٣﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ﴿٤﴾ (المزمل[73]:1-4)

"اے کمبل میں لپٹنے والے ﷺ قیام کیجیے رات کو سوائے تھوڑی سی رات کے۔ آدھی رات یا اُس میں سے کچھ کم کر لیجیے یا کچھ زیادہ کر لیجیے اور ٹھہر ٹھہر کر قرآن کی تلاوت کیجیے"۔

قرآنِ حکیم میں دیگر مقامات پر بھی اللہ کے محبوب بندوں کی یہ صفت بیان ہوئی کہ وہ رات میں نمازِ تہجد کے ذریعہ اللہ سے لَو لگانے کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔

اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

(آلِ عمران[3]:17)

"یہ وہ لوگ ہیں جو (مشکلات میں) صبر کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں اور عبادت میں لگے رہتے ہیں اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے اور اوقاتِ سحر میں گناہوں کی معافی مانگا کرتے ہیں"۔

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؗ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ (السجدۃ[32]:16)

"اُن کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو (مال) ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں"۔

کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

(الذّٰریٰت[51]:17-18)

"وہ رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے۔ اور اوقاتِ سحر میں بخشش مانگا کرتے تھے"۔

## آیت 65-66:

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ ... جو دُعا مانگتے رہتے ہیں ... رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ... اے ہمارے رب! دوزخ کا عذاب ہم سے دُور کردے۔ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ ... بے شک اُس کا عذاب چمٹنے والا ہے۔ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾ ... دوزخ بری جگہ ہے مستقل رہنے کے اعتبار سے اور عارضی رہنے کے اعتبار سے۔

ان آیات میں عبادالرحمان کی چوتھی صفت جہنم کے عذاب کا خوف بیان کی جارہی ہے۔ اللہ کے محبوب بندے باوجود اپنی نیکیوں اور عبادات کے جہنم میں جانے کے خوف سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں اور اپنے رب سے جہنم سے پناہ کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "مومن نیکی کرتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے اور منافق بدی کرتا ہے اور بے فکر رہتا ہے"۔

اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا کے الفاظ بتارہے ہیں کہ جہنم انتہائی بری جگہ ہے خواہ وہاں کسی نے ہمیشہ رہنا ہو یا عارضی طور پر۔ دنیا میں کسی بری جگہ پر تھوڑی دیر کے لیے جانے سے ایک Change

اور Adventure محسوس ہوتا ہے لیکن جہنم عارضی طور پر جانے والے کو بھی اپنی پوری ہولناکی دکھادے گی۔ اسی لیے قرآنِ حکیم میں گیارہ بار جہنم کے بارے میں خبر دار کیا گیا وہ بِئْسَ الْمَصِيْرُ یعنی براٹھکانہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ۔ آمین!

## آیت 67:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا... اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے... وَلَمْ يَقْتُرُوْا ... اور نہ بخل کرتے ہیں... وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ اور اُن کی روش ہوتی ہے اعتدال کی۔

اِس آیت میں عباد الرحمان کی پانچویں صفت کفایت شعاری و میانہ روی بتائی گئی ہے۔ اللہ کے محبوب بندے ضروریات زندگی کی فراہمی کے لیے انتہائی احتیاط اور کفایت شعاری سے مال خرچ کرتے ہیں۔ نمود و نمائش کے لیے نہ زیادہ خرچ کرتے ہیں اور نہ ہی مال جمع کرنے کی ہوس میں بخل سے کام لیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ [1]

"وہ محتاج نہیں ہوتا جو میانہ روی اختیار کرتا ہے"۔

آپ ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے کہ مجھے میرے رب نے (9) باتوں کا حکم دیا ہے ان میں سے ایک بات ہے اَلْقَصْدُ فِى الْفَقْرِ وَ الْغِنٰى [2] "میانہ روی اختیار کرنا تنگدستی اور کشادگی میں"۔

صدقاتِ نافلہ کے ضمن میں بھی انفاق کے حوالے سے میانہ روی کا طرزِ عمل پسندیدہ ہے۔

## آیات 68-71: کبیرہ گناہ اور اِن سے بچنے کے لیے توبہ کا بیان

## آیت 68:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ... اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے... وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ... اور وہ کسی جان کو قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے مگر جائز طریقے یعنی شریعت کے حکم سے... وَلَا يَزْنُوْنَ ... اور بدکاری نہیں کرتے... وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾ اور جو یہ کام کرے گا اُس کا وبال پائے گا۔

---

(1) مسند احمد، کتاب مُسْنَدُ الْمُكْثِرِيْنَ مِنَ الصَّحَابَةِ، باب مُسْنَدُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ

(2) مسند احمد، کتاب مُسْنَدِ الْكُوفِيِّيْنَ، باب بَقِيَّةُ حَدِيْثِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رضی اللہ عنہ ، شعب الإيمان للبيهقى، كتاب الحادى عشر من شعب الإيمان و هو باب فى الخوف من الله عن انس رضی اللہ عنہ

- کسی شے کی ضد پر غور کیا جائے تو اُس شے کی اصل اہمیت سمجھ میں آتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی تربیت کے نتیجہ میں صحابہ کرام عبادالرحمان کے مقام پر پہنچ چکے تھے اور متذکرہ بالا صفات کے حامل تھے۔ اُن کے سیرت و کردار کی بلندی کو نمایاں کرنے کے لیے اب ایسے بڑے بڑے گناہوں کا ذکر کیا جارہا ہے جن میں اُن کے مد مقابل مخالفین ملوث تھے۔ یہ بڑے بڑے گناہ تین ہیں شرک، قتلِ ناحق اور زنا۔
- شرک کی کئی اقسام ہیں لیکن یہاں ایک جلی شرک یعنی غیر اللہ کو پکارنے کا بیان ہے۔ شرک انسان کی سوچ کو غلط رخ پر موڑ دیتا ہے اور اُس کے پورے کردار کی تعمیر ہی ایک ٹیڑھی بنیاد پر استوار ہوتی ہے۔

ع خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

خاص طور پر اللہ کے سوا کسی اور کی مدد و شفاعت کی امید، انسان کے اندر سے خدا خوفی اور آخرت کی جواب دہی کے احساس کو ختم کر دیتی ہے اور انسان کو اچھے اعمال سے دور اور نافرمانیوں پر جری کر دیتی ہے۔

- قتلِ ناحق انسانیت کی نفی ہے۔ انسانیت مل جل کر رہنے اور ایک دوسرے کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کرنے کا نام ہے۔ ایک انسان اگر ناحق دوسرے انسان کو قتل کر دے تو یہ گویا پوری انسانیت و تمدن کا قتل ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ۗ وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ۚ (المائدۃ 5:32)

"جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا زمین میں فساد کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے کسی جان کو سلامتی دی گویا اُس نے تمام انسانوں کو سلامتی دی"۔

البتہ مندرجہ ذیل صورتوں میں کسی انسان کی جان لی جاسکتی ہے:

i. شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا(۱)

ii. قاتل کی بطور قصاص جان لینا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى (البقرۃ[2]

:178)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر فرض کر دیا گیا ہے مقتولوں کے بارے میں قصاص (یعنی قاتل کی جان لینا)"۔

iii. حربی کافر کو قتل کرنا:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ (التوبۃ[9]:111)

"اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال خرید لیے ہیں جنت کے بدلہ میں، وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو قتل کرتے ہیں (کافروں کو) اور شہید بھی ہوتے ہیں"۔

iii. گستاخِ رسول ﷺ کو قتل کرنا(۲)

iv. دین سے مرتد ہونے والے کو قتل کرنا:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (البقرۃ[2]:54)

"اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ اے میری قوم تم نے بچھڑے کو (معبود) ٹھہرا کر (بڑا) ظلم کیا ہے تو اپنے پیدا کرنے والے کے حضور توبہ کرو اور اپنوں (شرک کرنے والے رشتہ داروں) کو قتل کرو"۔

v. رہزن یا اسلامی حکومت کے باغی کو قتل کرنا:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الْحُدُودِ، باب أَحْكَامِ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَإِحْصَانِهِمْ إِذَا زَنَوْا وَرُفِعُوا إِلَى الْإِمَامِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ

(۲) صحیح البخاری، کتاب الْمَغَازِی، باب قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ، و صحیح مسلم، کتاب الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ، باب قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ طَاغُوتِ الْيَهُودِ عن جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ

اَنۡ يُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ يُصَلَّبُوۡۤا اَوۡ تُقَطَّعَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ يُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ ‌ؕ ذٰ لِكَ لَهُمۡ خِزۡىٌ فِى الدُّنۡيَا‌ وَلَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ۙ﴿۳۳﴾ (المائدۃ 5:33)

"جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے لڑائی کریں اور زمین میں فساد کریں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا اُن کے ایک طرف کے ہاتھ اور ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ملک سے نکال دیے جائیں۔ یہ تو دنیا میں اُن کی رسوائی ہے اور آخرت میں اُن کے لیے بڑا عذاب ہے"۔

- زنا کی وجہ سے پورا معاشرہ ناپاک ہو جاتا ہے، خاندانی زندگی کا استحکام متاثر ہوتا ہے، اولاد کے جائز ہونے کے بارے میں شکوک پیدا ہو جاتے ہیں، گھر میں اولاد کی مناسب تربیت نہیں ہوتی اور پورا معاشرہ ذمہ دار اور خدا ترس رجالِ کار سے محروم ہو جاتا ہے۔
- کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ اسی لیے فرمایا کہ جو اِن گناہوں کا ارتکاب کرے گا اسے اس کی سزا مل کر رہے گی۔ سزا کے لیے لفظ "اَثَامًا" استعمال ہوا ہے جو اثم (گناہ) سے بنا ہے۔ اس کا مفہوم ہے گناہ کا نتیجہ یا وبال۔

## آیت 69:

يُّضٰعَفۡ لَهُ الۡعَذَابُ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ... بڑھایا جائے گا اُس کے لیے عذاب روزِ قیامت... وَيَخۡلُدۡ فِيۡهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اور ذلت و خواری سے ہمیشہ اُس میں رہے گا۔

يُّضٰعَفۡ لَهُ الۡعَذَابُ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ (روزِ قیامت اُس کے لیے بڑھایا جائے گا عذاب) کے الفاظ درحقیقت عذابِ قبر کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جسے روزِ قیامت مزید بڑھا دیا جائے گا۔ سورۃ المؤمن[40] آیت 46 میں بھی عذابِ قبر کی طرف اشارہ ہے۔

اَلنَّارُ يُعۡرَضُوۡنَ عَلَيۡهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا‌ ۚ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ اَدۡخِلُوۡۤا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ ﴿۴۶﴾

"(یعنی) آتش (جہنم) کہ صبح و شام اُس کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور جس روز قیامت برپا ہو گی (حکم ہو گا کہ) فرعون والوں کو نہایت سخت عذاب میں داخل کرو"۔

## آیات 70-71:

اِلَّا مَنۡ تَابَ... مگر جس نے توبہ کی... وَاٰمَنَ... اور ایمان لایا... وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا... اور اچھے کام کیے... فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمۡ حَسَنٰتٍ... تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا... وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۷۰﴾ اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ وَمَنۡ تَابَ... اور جو توبہ کرتا ہے... وَعَمِلَ صَالِحًا... اور عمل کرتا ہے اچھا... فَاِنَّهٗ يَتُوۡبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾ تو بے شک وہ ہی اللہ کے حضور سچی توبہ کرتا ہے۔

- اِن آیات میں توبہ اور اِس کی افادیت بیان کی گئی ہے۔ توبہ کے معنی ہیں متوجہ ہونا۔ جب بندہ اللہ کی طرف بخشش کے حصول کے لیے متوجہ ہوتا ہے تو تَابَ اِلٰی کے الفاظ آتے ہیں اور جب اللہ نظرِ کرم فرمانے کے لیے بندے کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اِس کے لیے تَابَ عَلٰی کے الفاظ آتے ہیں۔ کئی احادیث سے ثابت ہے کہ توبہ کے بعد انسان ایسے ہو جاتا ہے جیسے اُس نے گناہ کیا ہی نہیں:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنۡبِ كَمَنۡ لَّا ذَنۡبَ لَهٗ[1]

"گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اُس نے گناہ کیا ہی نہیں"۔

اللہ اِس سے بہت خوش ہوتا ہے کہ اُس کا کوئی گناہ گار بندہ ندامت کے احساس کے ساتھ اُس کے حضور توبہ کرے۔

ع    موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

- اکثر مذاہب میں توبہ کا تصور نہیں۔ مادی اور اخلاقی قوانین کو بالکل یکساں مانا جاتا ہے۔ تصور یہ دیا جاتا ہے کہ جیسے کسی طبعی عمل کا نتیجہ ظاہر ہو کر رہتا ہے، اِسی طرح آخرت میں گناہ کی سزا بھی مل کر رہے گی۔ زہر کھا لینے کے بعد کتنی ہی ندامت ہو اِس کا اثر لازماً ہو گا۔ اِسی طرح گناہ کرنے کے بعد ندامت لا حاصل ہے۔ اِس تصور کی وجہ سے انسان پر مایوسی طاری ہوتی ہے، وہ گناہوں پر کاربند رہتا ہے اور معاشرے کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ دینِ اسلام توبہ کے تصور کے ذریعہ انسان کو

(۱) مسند احمد، کتاب مُسۡنَدُ الۡمُكۡثِرِيۡنَ مِنَ الصَّحَابَةِ، باب مُسۡنَدُ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ مَسۡعُوۡدٍ رضی اللہ عنہ

سابقہ گناہوں پر بخشش کی امید دلا کر آئندہ کے لیے اصلاح پر تیار کرتا ہے جس کے مثبت اثرات پورے معاشرے پر پڑتے ہیں۔

توبہ کی تین صورتیں ہیں:

1. گناہ کے بعد فوری توبہ کر لینا: ایسی توبہ لازماً قبول ہوتی ہے۔

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧﴾ (النساء4:17)

"اللہ ایسے لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی سے بُری حرکت کر بیٹھتے ہیں پھر جلد توبہ کر لیتے ہیں پس ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ مہربانی کرتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے"۔

2. موت کے وقت توبہ کرنا: ایسی توبہ ہر گز قبول نہیں ہوتی۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٨﴾ (النساء4:18)

"اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو (ساری عمر) بُرے کام کرتے رہے یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کی موت آموجود ہو تو اُس وقت کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ اُن کی (توبہ قبول ہوتی ہے) جو کفر کی حالت میں مریں۔ ایسے لوگوں کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

إِنَّ اللهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ(1)

"بے شک اللہ بندے کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک اُس پر نزاع کی کیفیت طاری نہ ہو"۔

3. کثرت گناہ کے بعد بھی اگر سچی توبہ کی جائے تو قبول ہو جاتی ہے۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ

(1) سنن الترمذی، کتاب الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللهِ، باب فِي فَضْلِ التَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ وَمَا ذُكِرَ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ لِعِبَادِهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ

اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿۵۳﴾ (الزمر 39:53)

"(اے نبی ﷺ !میری طرف سے) کہہ دیجیے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو! اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے"۔

- **توبہ کی شرائط[1]:**

  i. حقیقی ندامت وافسوس

  ii. آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد

  iii. گناہ کو عملاً ترک کر دینا

  iv. کسی بندے کے ساتھ زیادتی کی صورت میں اُس کا حق لوٹانا یا اُس سے معاف کرانا

- گناہ کی وجہ سے انسان ایمانِ حقیقی سے محروم ہو جاتا ہے لہٰذا اِس مقام پر فرمایا گیا کہ جو اپنے ایمان کی تجدید کرے اُسی کی توبہ قبول ہوتی ہے۔
- توبہ کی افادیت یہ ہے کہ نامہ ٔاعمال سے نہ صرف گناہ مٹا دیے جاتے ہیں بلکہ اِن کی جگہ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور جب بھی انسان کو اُن گناہوں پر ندامت ہوتی ہے تو اِن کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی رہتی ہیں۔
- آخر میں فرمایا گیا کہ جو کوئی توبہ کے بعد اچھا عمل کرے گا تو گویا اُس نے توبہ کرنے کا حق ادا کر دیا۔ اگر توبہ کے ذریعہ انسان کے عمل کی اصلاح ہوگئی تو یہی توبہ کی قبولیت کی علامت ہے۔

## آیات 72-74: بندۂ مومن کے مزید تکمیلی اوصاف

### آیت 72:

وَالَّذِيۡنَ لَا يَشۡهَدُوۡنَ الزُّوۡرَ ۙ ... اور وہ جو جھوٹ پر موجودگی گوارا نہیں کرتے۔ . . وَاِذَا مَرُّوۡا بِاللَّغۡوِ مَرُّوۡا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ اور جب گزرتے ہیں کسی لایعنی کام کے پاس سے تو گزرتے ہیں بے نیازی سے۔

[1] شرح النووی علی مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب استحباب الاستغفار والاستکثار منہ

- اِس آیت میں عباد الرحمان کی چھٹی صفت بیان کی گئی سچ کے لیے غیرت و حمیت۔ اللہ کے محبوب بندے اگر کہیں جھوٹی بات، جھوٹا معاملہ، غلط لین دین یا کسی سازش کی منصوبہ بندی ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اُس میں شرکت تو کجا وہاں اپنی موجودگی تک گوارا نہیں کرتے۔ دورِ حاضر میں جھوٹ کا ایک مظہر ذرائع ابلاغ پر نشر ہونے والی فلمیں اور ڈرامے ہیں۔ اللہ کے محبوب بندے ان جھوٹی داستانوں کو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔
- اِسی آیت میں عباد الرحمان کی ساتویں صفت آئی ہے لایعنی باتوں سے نفرت۔ اللہ کے محبوب بندوں کا بذاتِ خود کسی لغو (لایعنی) بات میں ملوث ہونا تو بہت دور کی بات ہے، اگر کہیں لغو کام ہو رہا ہو تو وہاں سے بڑے وقار اور شانِ بے نیازی سے گزر جاتے ہیں۔

## آیت 73:

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ ... اور جب اُن کو نصیحت کی جاتی ہے اُن کے رب کی آیات کے ذریعے ... لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾ تو اُن پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے (بلکہ توجہ سے سنتے ہیں)۔

اِس آیت میں عباد الرحمان کی آٹھویں صفت آیات سے استفادہ کرنا بیان کی گئی ہے۔ اللہ کے محبوب بندے اپنے رب کی آیاتِ آفاقی کا کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں، آیاتِ انفسی پر غور کرتے ہیں، آیاتِ قرآنی کو کھلے کانوں سے سنتے ہیں اور اُن کا اثر لے کر اپنے عمل کی اصلاح کرتے ہیں۔ یہاں ایک بار پھر اشارہ اُن مخالفین کی طرف ہے جو تعصب میں اندھے اور بہرے ہو کر نبی اکرم ﷺ کی دعوتِ قرآنی کی مخالفت کر رہے تھے۔

## آیت 74:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ ... اور وہ جو دعا مانگتے رہتے ہیں کہ ... رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا ... اے پروردگار ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے عطا فرما ... قُرَّةَ اَعْيُنٍ ... آنکھوں کی ٹھنڈک ... وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا۔

- اِس آیت میں عباد الرحمان کی نویں صفت کے طور پر اُن کی اپنی بیویوں اور اولادوں کے حق میں دعا کو بیان کیا گیا۔ انسان کی اصل سوچ اور اقدار (values) کا اندازہ اُس کا اپنی اولاد کے بارے میں تمناؤں اور منصوبہ بندی سے ہوتا ہے۔ رحمان کے بندے دعا کرتے ہیں کہ اُن کی بیویاں اور

اولادیں نیک ہوں تاکہ دنیا میں بھی اُن کی طرف سے چین اور راحت نصیب ہو اور آخرت میں بھی وہ اِن کے لیے ذریعہ ترقیٔ درجات و صدقۂ جاریہ ثابت ہوں۔ اِس حوالے سے قرآنِ حکیم میں حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں نیک والدین کی تمناؤں کا بہترین اظہار ہیں:

وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ (البقرۃ[2]:124)

"اور جب اللہ نے چند باتوں میں ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کی تو وہ اُن میں پورے اترے، پس اللہ نے فرمایا کہ میں آپ کو لوگوں کے لیے امام بناؤں گا۔ اُنہوں نے کہا کہ (اے اللہ) میری اولاد میں سے بھی (امام بنائیے تو اللہ نے) فرمایا کہ ہمارا یہ وعدہ ظالموں کے لیے نہیں"۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖۗ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ (ابراھیم[14]:40)

"اے اللہ! مجھے (ایسی توفیق عنایت) کر کہ نماز پڑھتا رہوں اور میری اولاد کو بھی (یہ توفیق بخش) اے اللہ! میری دعا قبول فرما"۔

- اِس آیت میں عباد الرحمان کی دسویں اور آخری صفت آخرت میں جواب دہی کا احساس بیان کی گئی۔ آخرت میں ہر انسان اپنے خاندان کے قائد و امام کی حیثیت سے آئے گا۔ حدیثِ مبارکہ ہے:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ [1]

"تم میں سے ہر اک نگران ہے اور اُس سے اُس کے ماتحتوں کے بارے میں باز پرس ہو گی"۔

اللہ کے محبوب بندے دعا کرتے ہیں کہ اُن کے ماتحت متقی و خدا ترس ہوں تاکہ آخرت میں باز پُرس کے وقت شرمندگی نہ ہو۔ اِس دعا سے یہ بھی مراد ہے کہ اللہ ہمیں ایسے اچھے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے جن کی پیروی متقی لوگ کریں۔

## آیات 75-76: عباد الرحمان کا حسین انجام

اُولٰٓئِكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا ... اُن لوگوں کو صبر کے بدلے اُونچے اُونچے محل دیے جائیں گے ... وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا ﴿۷۵﴾ اور وہاں فرشتے اُن سے دُعا و سلام کے ساتھ ملاقات

(1) صحیح البخاری، کتاب الأحكام، باب قَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَ {أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ} عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما

کریں گے۔ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ... اُن میں وہ ہمیشہ رہیں گے ... حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿۷۶﴾

اور وہ بہت ہی عمدہ جگہ ہے مستقل رہنے کے اعتبار سے اور عارضی رہنے کے اعتبار سے۔

- عباد الرحمان کو جنت کے بالا خانے عطا کیے جائیں گے اِس لیے کہ انہوں نے رحمان کے بندے ہونے کا مقام اور اوپر بیان شدہ صفات انتہائی صبر کا مظاہرہ کر کے حاصل کیں۔ ایک صبر تو وہ ہوتا ہے جو حادثات وغیرہ پر انسان کو کرنا ہی پڑتا ہے لیکن قرآن کا انسانِ مطلوب بننے کے لیے صبر کی مندرجہ ذیل چار صورتیں اختیار کرنی پڑیں گی:

i. صبر علی الطاعة یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے لیے صبر

ii. صبر عن المعصية یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی سے بچنے کے لیے صبر

iii. صبر علی البلاء یعنی اللہ کی طرف سے آنے والی آزمائش پر صبر

iv. صبر عن الدنیا یعنی دنیا میں کم سے کم پر قناعت کے لیے صبر

- جنت میں عارضی قیام کی لذت حضرات انبیاء اور شہداء حاصل کر رہے ہیں۔ سورۃ یٰسٓ آیت 26 میں ایک نیک مومن کی شہادت کی طرف یوں اشارہ کیا گیا:

قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾

"حکم ہوا کہ بہشت میں داخل ہو جا، بولا کاش میری قوم کو خبر ہو۔"

آخرت میں حاضری کے بعد وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔

## آیت 77: ایمان بالرسالت

قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ ... کہہ دو میرا رب تمہاری کچھ پروا نہیں کرتا ... لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ ... اگر نہ ہوتا تم کو دعوت دینا ... فَقَدْ کَذَّبْتُمْ ... پس تم نے جھٹلا دیا ہے ... فَسَوْفَ یَکُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾

سو عنقریب لازم ہو گی (تمہارے لیے) اِس کی سزا۔

اس آیت کے دو ترجمے ممکن ہیں۔

I. میرے رب کو تمہاری کوئی پروا نہیں (یا کیا پروا) ہے اگر نہ ہو تمہارا اُس سے دعا کرنا۔ (دُعَآؤُکُمْ۔ مرکب اضافی ہے)

قرآنِ حکیم میں بار بار بیان کیا گیا کہ مشرکین مشکل پڑنے پر معبودانِ باطل کو بھول جاتے ہیں اور صرف اللہ ہی کو پکارتے ہیں:

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٠﴾ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿٤١﴾ (الانعام[6]:40-41)

"(اے نبی ﷺ) پوچھیے بھلا دیکھو تو! اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا قیامت آموجود ہو تو کیا تم (ایسی حالت میں) اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ (بتاؤ) اگر تم سچے ہو۔ (نہیں) بلکہ تم اُسی کو پکارتے ہو، پھر اگر وہ چاہے تو دور کر دیتا ہے اُس (مصیبت) کو جس کے لیے تم اُسے پکارتے ہو اور تم بھول جاتے ہو اُن کو جنہیں تم شریک بناتے ہو"۔

هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۗ حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٢٢﴾ (یونس[10]:22)

"وہی تو ہے جو تمہیں جنگل اور دریا میں سفر کراتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں (سوار) ہوتے ہو اور کشتیاں پاکیزہ ہوا (کے نرم نرم جھونکوں) سے سواروں کو لے کر چلنے لگتی ہیں اور وہ اُن سے خوش ہوتے ہیں تو اچانک تیز و تند ہوا چل پڑتی ہے اور لہریں ہر طرف سے اُن پر (جوش مارتی ہوئی) آنے لگتی ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ (اب تو) لہروں میں گھر گئے تو اُس وقت خالص اللہ ہی کی عبادت کر کے اُس سے دعا مانگنے لگتے ہیں کہ (اے اللہ) اگر تو ہمیں اِس سے نجات بخشے تو ہم (تیرے) بہت ہی شکر گزار ہوں"۔

2. میرے رب کو تمہاری کوئی پروا نہیں (یا کیا پروا) ہے اگر نہ ہوتا تمہیں دعوت دینا (دُعَآؤُكُمْ مفعول ہے)۔

تمہاری ضرورت نہ اللہ کو ہے نہ ہی اُس کے رسول ﷺ کو۔ یہ فریضۂ رسالت ہے جو اللہ کے رسول ﷺ ادا فرما رہے ہیں تاکہ تم پر اتمام حجت ہو سکے۔ البتہ تم حق کو جھٹلا چکے ہو لہٰذا عنقریب انجام بد سے دوچار ہو گے۔

# درس سوم:

## سورة التحريم 66

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝١ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ
الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝٢ وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ
اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ
مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝٣ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ
قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ
الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝٤ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ
يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىِٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ
سٰٓىِٕحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ۝٥ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ
نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ
مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝٦ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ
اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٧ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً
نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ
يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٨ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ
عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝٩ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا

امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ
فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ
الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ
ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ
رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾

## تمہیدی نکات:

1. منتخب نصاب کے حصہ سوم کا درسِ سوم قرآن حکیم کی ایک مکمل مدنی سورۃ "سورۃ التحریم" پر مشتمل ہے۔
2. اِس مقام کا موضوع "خاندانی زندگی سے متعلق ہدایات" ہے۔
3. سورۃ التحریم[66] دراصل سورۃ الطلاق[65] کا جوڑا ہے۔ دونوں سورتوں کا آغاز "یَاَیُّهَا النَّبِیُّ" سے ہوتا ہے۔ دونوں سورتوں کا حجم تقریباً برابر ہے اور دونوں میں آیات کی تعداد 12 ہے۔ دونوں سورتوں کا موضوع خاندانی زندگی ہے۔ میاں اور بیوی میں عدم موافقت کی صورت میں ہدایات سورۃ الطلاق میں ہیں اور اُن کے درمیان موافقت کی صورت میں ہدایات سورۃ التحریم میں۔
4. سورۃ التحریم میں یہ حقیقت بار بار اور تاکیداً بیان کی گئی کہ تمام معاملاتِ زندگی اور بالخصوص خاندانی زندگی میں محبت اور نرمی کا رویہ اگرچہ مطلوب ہے لیکن اِس کا حد سے تجاوز نقصان دہ ہوتا ہے۔
5. مضامین کے اعتبار سے اگر تجزیہ کیا جائے تو سورۃ التحریم کے تین حصے ہیں:
   i. آیات 1-5: شوہر اور بیوی کے لیے ہدایات

اِن آیات میں بتایا گیا ہے کہ شوہر اور بیوی محبت، الفت، اعتماد اور حسن ظن میں اتنا آگے نہ بڑھیں کہ اللہ کی مقرر کردہ حد سے تجاوز ہو جائے۔

ii. آیات 6-9: سربراہِ خاندان کی ذمہ داری

اِس حصہ میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ خاندان کا سربراہ نہ صرف اپنے خاندان کی کفالت کا ذمہ دار ہے بلکہ اُن کی دینی و اخلاقی رہنمائی و تربیت کا بھی پابند ہے تاکہ اُنہیں عذابِ اخروی سے محفوظ کرنے کی کوشش کر سکے۔

iii. آیات 10-12: بیوی کا علیحدہ تشخص

اِن آیات میں بتایا گیا ہے کہ ایک عورت دنیا میں بحیثیت بیوی خاندانی امور میں اپنے شوہر کے تابع ہے لیکن روز قیامت اُس کا معاملہ ذاتی حیثیت میں بالکل جدا گانہ ہو گا اور وہ اپنے ذاتی کردار و عمل کی بنیاد پر جنت یا جہنم کی حق دار ہو گی۔

## آیات پر غور و فکر

### پہلا حصہ: آیات 1-5

### شوہر اور بیوی کے لیے ہدایات

**آیت 1:**

يَٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ ... اے نبی ﷺ ... لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ... کیوں ترک کرتے ہیں اس شے کو جو اللہ نے جائز کی ہے آپ ﷺ کے لیے؟ ... تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَٰجِكَ ... کیا آپ ﷺ اِس سے اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں؟ ... وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١﴾ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

- نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج کے احساسات و جذبات کا پاس رکھنے کے نیک جذبے کے ساتھ ایک خاص قسم کا شہد (جس سے مغافیر کی بو آتی تھی) استعمال نہ کرنے کی قسم کھائی[1]۔ نبی اکرم ﷺ کا عمل امت کے لیے نمونہ ہے اور اِس بات کا اندیشہ تھا کہ آپ ﷺ کے امتی آپ ﷺ سے مثالی محبت رکھتے ہوئے آپ ﷺ کی پیروی میں اللہ کی حلال کردہ شے کا

(1) صحیح البخاری، کتاب تَفْسِیرِ الْقُرْآنِ، باب {یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللهُ لَكَ تَبْتَغِی مَرْضَاةَ} عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا ،صحیح مسلم، کتاب الطَّلَاقِ، باب وُجُوبِ الْكَفَّارَةِ عَلَى مَنْ حَرَّمَ امْرَأَتَهُ وَلَمْ یَنْوِ الطَّلَاقَ عَنْ عَائِشَةَ

استعمال ترک کردیں گے۔ اِسی لیے اللہ نے آپ ﷺ کو متوجہ فرمایا۔ اِس سے قبل بنی اسرائیل نے اونٹ کا گوشت محض اِس لیے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اُس سے رغبت نہ تھی۔ سورۃ آلِ عمران[3] آیت 93 میں ارشاد ہوتا ہے:

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَاۗءِيْلُ عَلٰي نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْھَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

"بنی اسرائیل کے لیے (تورات کے نازل ہونے سے) پہلے کھانے کی سب چیزیں حلال تھیں سوائے اُن (چیزوں) کے جو یعقوب (علیہ السلام) نے خود اپنے اوپر حرام کر لی تھیں تورات کے نازل کیے جانے سے پہلے۔ کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تورات لاؤ اور اُسے پڑھو (یعنی دلیل پیش کرو)"۔

- اللہ نے نبی کریم ﷺ کو بھی کسی شے کو حرام قرار دینے کا اختیار دیا ہے۔ سورۃ الاعراف[7] آیت 157 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَـبٰۗىِٕثَ

"آپ ﷺ لوگوں پر ناپاک اشیاء کو حرام ٹھہراتے ہیں"۔

البتہ آپ ﷺ کا یہ اختیار اللہ کے اختیار کے تابع ہے یعنی آپ ﷺ خود سے کسی شے کو حرام قرار نہیں دیتے بلکہ اُسی شے کو حرام قرار دیتے ہیں جس کے لیے اللہ کی مشیت ہو۔ سورۃ النجم[53] آیات 3-4 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ۙ

"اور آپ ﷺ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے مگر وہی جو وحی کیا جاتا ہے آپ ﷺ پر"۔

- اللہ کے رسول ﷺ کے لیے تو ممکن ہی نہ تھا کہ کسی حرام شے کو حلال کر لیتے۔ آپ ﷺ نے صرف حلال کا استعمال ترک کیا۔ امت کے لیے ہدایت ہے کہ وہ بیویوں کی دلجوئی میں اللہ کی حلال کردہ شے کو حرام یا حرام کردہ شے کو حلال نہ کرلے۔
- اِس آیت میں "لِمَ" سوالیہ نہیں بلکہ تقریری ہے یعنی آپ ﷺ کو متوجہ کیا گیا کہ "کیوں اپنے اوپر حرام ٹھہراتے ہیں جو اللہ نے آپ ﷺ کے لیے حلال کیا"۔ اِس آیت میں بظاہر گرفت

ہے لیکن "وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ" کے الفاظ سے اللہ کی آپ ﷺ کے لیے محبت پوری طرح چھلک رہی ہے۔

- قرآنِ حکیم میں حضراتِ انبیاء کی جو خطائیں بیان کی گئی ہیں، اِس حوالے سے حسبِ ذیل نکات ہمیشہ پیشِ نظر رہنے چاہئیں:
  - حضراتِ انبیاء علیہم السلام کی خطائیں حسن نیت سے آراستہ اور کسی بھی ذاتی مفاد یا نفسانیت سے پاک ہوتی ہیں۔
  - حضراتِ انبیاء علیہم السلام کی خطائیں جانبِ خیر ہوتی ہیں۔
  - انبیاء علیہم السلام کے اعلیٰ مقام کے اعتبار سے خطائیں قرار پاتی ہیں ورنہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ کَسَیِّاٰتِ الْمُقَرَّبِیْنَ (عام نیکو کاروں کی نیکیاں مقربین کے لیے خطائیں قرار پاتی ہیں)۔
  - انبیاء علیہم السلام اِس معنیٰ میں معصوم ہیں کہ ہر آن اُن پر اللہ کی توجہ ہوتی ہے اور جیسے ہی اُن سے خطا ہوتی ہے انہیں فوراً متوجہ کر دیا جاتا ہے کیوں کہ اُنہیں دیگر انسانوں کے لیے اُسوہ یعنی نمونہ بننا ہوتا ہے۔ اِس طرح سے اُن کا اُسوہ پوری طرح سے قابلِ اعتماد اور تمام شکوک و شبہات سے بالاتر ہو جاتا ہے۔
  - انبیاء علیہم السلام کی خطاؤں کے بیان سے شرک کی جڑ کٹتی ہے کیونکہ اِس سے ظاہر ہوتا ہے:

اَلرَّبُ رَبٌّ وَ اِنْ تَنَزَّلَ وَالْعَبْدُ عَبْدٌ وَ اِنْ تَرَقّٰ

"رب، رب ہی ہے خواہ کتنا قریب اتر آئے اور بندہ بندہ ہی ہے خواہ کتنے بلند درجے پر پہنچ جائے"۔

## آیت 2:

قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیۡمَانِکُمْ ۚ . . . اللہ نے تم لوگوں کے لیے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے . . . وَاللّٰہُ مَوۡلٰىکُمْ ۚ . . . اور اللہ تمہارا کارساز ہے . . . وَہُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۲﴾ اور وہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

- تَحِلَّۃَ کے معنی ہیں کھولنا۔ قسموں کو کھولنے سے مراد ہے اِن کو توڑ کر کفارہ ادا کرنا۔ سورۃ المائدۃ[5] آیت 89 میں قسم توڑنے پر کفارہ ادا کرنے کی تفصیل بیان کی گئی ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٨٩﴾

"اللہ تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مواخذہ نہ کرے گا لیکن پختہ قسموں پر (جن کے خلاف کرو گے) مواخذہ کرے گا تو اُس کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو یا اُن کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا۔ اور جس کو یہ میسر نہ ہو وہ تین روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھالو (اور اِسے توڑ دو) اور (تم کو) چاہیے کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اِس طرح اللہ تمہارے (سمجھانے کے) لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر کرو"۔

- مَوْلٰی کے معنی ہیں حمایتی، پشت پناہ، خیر خواہ۔ اللہ تمہارا مولیٰ ہے یعنی تم قسم کھا کر ایک مشکل میں پڑ گئے اور اللہ نے کفارہ بتا کر تمہیں مشکل سے نکال دیا۔ اللہ کی صفات علیم اور حکیم کا بیان ظاہر کر رہا ہے کہ اللہ کا ہر حکم اُس کے علمِ کامل کی بنیاد پر ہوتا ہے اور اُس میں ضرور کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔

## آیت 3:

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ . . . اور یاد کرو جب نبی ﷺ نے اپنی ایک زوجہ سے اِک راز کی بات کہی . . . فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ . . . تو اُس زوجہ نے وہ بات (دُوسری کو) بتادی . . . وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ . . . اور اللہ نے اِس سے نبی ﷺ کو آگاہ فرما دیا . . . عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ . . . تو نبی ﷺ نے اُن زوجہ کو وہ بات کچھ تو جتائی اور کچھ نہ بتائی . . . فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ . . . تو جب وہ اُن کو جتائی . . . قَالَتْ . . . پوچھنے لگیں . . . مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ . . . آپ ﷺ کو کس نے بتایا؟ . . . قَالَ . . . اُنہوں نے کہا . . . نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿٣﴾ مجھے اُس نے بتایا جو جاننے والا باخبر ہے۔

- نبی اکرم ﷺ نے کوئی بات بطورِ راز ایک زوجہ مطہرہ کو بتائی۔ اُنہوں نے بے تکلفی کی بنا پر وہ بات دوسری زوجہ مطہرہ کو بتادی۔ اللہ نے نبی ﷺ کو اِس پر مطلع فرمادیا۔ زوجہ مطہرہ کا یہ عمل اِس صفت کے منافی تھا جو سورۃ النساء[5] آیت 34 میں ایک صالح بیوی کے لیے حٰفِظٰتٌ لِّلۡغَيۡبِ کے الفاظ میں بیان کی گئی ہے یعنی ایک صالح بیوی شوہر کے راز، مال اور عصمت کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہے۔ ازواجِ مطہرات کا امت کے لیے ایک خاص مقام ہے:

اَلنَّبِيُّ اَوۡلٰى بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَاَزۡوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمۡ (الاحزاب[33]:6)

"نبی ﷺ مومنوں پر اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور نبی ﷺ کی ازواج اُن کی مائیں ہیں۔"

ازواجِ مطہرات امت کی مائیں ہیں اور تمام مسلمان خواتین کے لیے نمونہ ہیں، لہذا اللہ نے عدم احتیاط اور اِس خطا پر اُنہیں متوجہ فرمایا۔

- نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جن لوگوں کا صرف امتی کا رشتہ تھا اُن کا معاملہ اتنا نازک نہیں تھا، لیکن جو ہستیاں امتی کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ سے دیگر رشتوں میں بھی منسلک تھیں، اُن کا معاملہ انتہائی حساس تھا۔ اِسی لیے سورۃ الحجرات[49] آیت 7 میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ فِيۡكُمۡ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ؕ لَوۡ يُطِيۡعُكُمۡ فِىۡ كَثِيۡرٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ لَعَنِتُّمۡ

"اور جان رکھو کہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول ﷺ (موجود) ہیں۔ اگر بہت سی باتوں میں وہ تمہارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ"۔

اِس آیت میں آپ ﷺ کے اقربین پر واضح کیا گیا کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تمہارا اہم ترین تعلق رسول کی نسبت سے ہے۔ اُن سے گفتگو یا کوئی معاملہ کرتے ہوئے اِسی نسبت کو سامنے رکھنا تاکہ اُن کے ادب واحترام کا پورا لحاظ رہے۔

- نبی اکرم ﷺ نے جب زوجہ مطہرہ کو راز کے ظاہر کرنے کی خطا سے آگاہ فرمایا تو اُنہوں نے شوہر و بیوی کے بے تکلفی کے رشتے کی وجہ سے کچھ شوخی کا اظہار کیا اور پوچھا مَنۡ اَنۡۢبَاَكَ هٰذَا؟ (آپ ﷺ کو یہ بات کس نے بتائی؟) اِس شوخی پر اللہ نے متوجہ فرمایا۔ نبی اکرم ﷺ کے اِس جواب نے کہ نَبَّاَنِىَ الۡعَلِيۡمُ الۡخَبِيۡرُ (مجھے اُس نے بتایا جو جاننے والا خبردار ہے) زوجہ مطہرہ کے اِس شبہ کا ازالہ کردیا کہ راز کے فاش ہونے کی اطلاع شاید اُن زوجہ نے نبی ﷺ کو دی جن

کو اُنہوں نے راز بتایا تھا۔

- مفسرین میں سے اکثر کی رائے ہے کہ یہاں جن دو ازواجِ مطہرات کا ذکر ہے وہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں۔
- عَرَّفَ بَعۡضَهٗ وَ اَعۡرَضَ عَنۡۢ بَعۡضٍ میں آپ ﷺ کے حسن معاشرت کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کسی خطا پر متوجہ کرتے ہوئے بعض باتوں کو نظر انداز فرما دیتے تھے۔
- نبی اکرم ﷺ کو قرآن کی کسی آیت کے ذریعہ نہیں بلکہ وحی خفی کے ذریعہ راز فاش ہونے کی اطلاع دی گئی۔ گویا آپ ﷺ پر قرآن کے علاوہ بھی وحی نازل ہوتی تھی۔ منکرینِ سنت کا صرف قرآن ہی کو ہدایت کا واحد ماخذ سمجھنا درست نہیں۔

## آیت 4:

اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَى اللّٰهِ... اگر تم دونوں اللہ کے حضور توبہ کرو... فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُكُمَا ۚ... تو تمہارے دِل تو مائل ہو گئے ہیں... وَاِنۡ تَظٰهَرَا عَلَيۡهِ... اور اگر تم نے اُن ﷺ کے مقابلے میں باہم اعانت کی... فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوۡلٰٮهُ... تو بے شک اُن کا حامی ہے اللہ... وَجِبۡرِيۡلُ... اور جبریل... وَصَالِحُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۚ... اور نیک اہلِ ایمان... وَالۡمَلٰٓئِكَةُ بَعۡدَ ذٰلِكَ ظَهِيۡرٌ ۝ اور اُن کے علاوہ اور فرشتے بھی مددگار ہیں۔

- اِس آیت میں اِنۡ تَتُوۡبَاۤ (اگر تم دونوں توبہ کر لو) کے الفاظ ظاہر کر رہے ہیں کہ پس منظر میں معاملہ دو ازواجِ مطہرات کا ہے۔
- لفظ صَغَتۡ کے حوالے سے مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدہ وضاحت فرمائی ہے کہ اِس کے معنی ہیں جھکنا یا مائل ہونا۔ اگر اِس لفظ کے بعد "اِلٰی" کا صلہ آئے تو اِس کے معنی ہوتے ہیں ٹیڑھا ہونا جیسا کہ سورۃ الانعام[6] آیت 112-113 میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ يُوۡحِىۡ بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ زُخۡرُفَ الۡقَوۡلِ غُرُوۡرًا ؕ وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوۡهُ فَذَرۡهُمۡ وَمَا يَفۡتَرُوۡنَ ۝ وَلِتَصۡغٰۤى اِلَيۡهِ اَفۡـئِدَةُ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ

"اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو دشمن

بنا دیا، اُن میں سے بعض بعض کو بڑی ملمع کی ہوئی باتیں سجھاتے ہیں دھوکا دینے کے لیے اور اگر تمہارا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ تو چھوڑ دو اُن کو اور اُس جھوٹ کو جو وہ گڑھ رہے ہیں۔ اور تا کہ ٹیڑھے ہو جائیں دل اُن لوگوں کے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے"۔

مولانا فراہی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحقیق "تدبر قرآن" جلد 8 صفحہ 464 تا 468 میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ اِس آیت میں جن مترجمین یا مفسرین نے صَغَتْ کا ترجمہ کج ہونا کیا ہے وہ درست نہیں۔ جہاں معاملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا ہو وہاں ہمیں خصوصی احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جتلانے پر اِن دونوں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے اظہارِ ناگواری کیا جو اِس معاملہ میں شریک تھیں۔ راز ظاہر کرنے والی زوجہ نے اعترافِ خطا کے بجائے پلٹ کر پوچھا مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا؟ دوسری زوجہ کو یہ شکایت ہوئی کہ اگر راز میرے علم میں آگیا تو اِس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باز پرس کیوں فرمائی؟ معاملہ عام خواتین کا ہوتا تو یہ اظہارِ ناگواری اتنی بڑی بات نہ قرار دی جاتی۔ لیکن امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے مقامِ رفیع کے اعتبار سے اللہ نے اِس اظہارِ ناگواری کو ناپسند فرمایا اور دونوں ازواج کو متوجہ فرمایا۔ فرمایا گیا کہ تم دونوں کا مل کر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اظہارِ ناراضگی کرنا مناسب نہیں۔ ویسے بھی تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو چکا ہے لیکن محض احساسِ خودی اور نسوانی ناز کی وجہ سے اِس کا اعتراف نہیں کر رہی ہو۔ یہ نہ سمجھو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تنہا ہیں۔ اُن کا مددگار تو اللہ ہے اور پھر تمام کے تمام فرشتے بالخصوص جبریل امین اور تمام صالح اہلِ ایمان ہیں۔
- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو خطاؤں پر بظاہر سختی سے متوجہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لیے اور ازواجِ مطہرات نسوانی پہلو کے اعتبار سے امت کی تمام خواتین کے لیے نمونہ ہیں۔

## آیت 5:

عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ ... عجب نہیں کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم کو طلاق دے دیں ... اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ

اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ ... تو اُن کا رب تمہارے بدلے اُن کو تم سے بہتر ازواج دے دے

... مُسْلِمٰتٍ ... جو فرماں بردار ... مُّؤْمِنٰتٍ ... ایمان والیاں ... قٰنِتٰتٍ ... تابعدار

... تٰٓئِبٰتٍ ... توبہ کرنے والیاں ... عٰبِدٰتٍ ... عبادت گزار ... سٰٓئِحٰتٍ ... روزہ رکھنے

والیاں... ثَيِّبٰتٍ... شوہر آشنا... وَاَبْكَارًا ۝ اور کنواریاں ہوں۔

- اِس آیت میں وہ صفات بیان کی گئیں ہیں جو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے مطلوب ہیں۔ اگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی ایک میں بھی یہ صفات نہ ہوتیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن زوجہ کو طلاق دے دیتے۔ یہ آیت ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے اعلیٰ سیرت و کردار کی دلیل ہے۔
- اِس آیت میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی جو صفات بیان کی گئی ہیں، اُن میں سے اکثر واضح اور دیگر مقامات پر بھی اللہ کے محبوب بندوں کے لیے بیان ہوئی ہیں۔ ایک خاص صفت یہاں بیان ہوئی ہے "سائحہ"۔ اِس کے معنی ہیں لذاتِ دنیوی سے کنارہ کشی کرنا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے اِس حوالے سے اختیاری فقر اور دنیا سے بے رغبتی کی اعلیٰ ترین مثال قائم فرمائی۔ دنیا کی ہر نعمت میسر ہونے کے باوجود اِسے صدقہ کر دینا اور خود کئی کئی روز کے فاقے برداشت کرنا، چولھوں میں آگ نہ جلنے کی وجہ سے گھاس کا اُگ جانا اور کئی کئی راتیں بغیر چراغ کے انتہائی تنگ حجروں میں گزارنا، دنیا کو منزل نہیں محض ایک گزرگاہ سمجھنے کی وہ عملی تصویر ہے جس کا اعتراف بڑے بڑے دشمنوں نے بھی کیا ہے۔ ہمارے لیے تو ایسی درویشی اختیار کرنا ناممکن ہے، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ سِيَاحَةَ أُمَّتِيَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ[1]

"میری اُمت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے"۔

اللہ ہمیں اِس کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین!

## دوسرا حصہ: آیات 6-9

### سربراہِ خاندان کی ذمہ داری

### آیت 6:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا... اے مومنو!... قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا... بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتشِ جہنم سے... وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ... جس کا ایندھن آدمی

(1) سنن أبي داود، کتاب الجهاد باب في النهي عن السياحة عن ابي امامة رضی اللہ عنہ

اور پتھر ہیں۔۔۔ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ۔۔۔ جس پر تند خُو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں

۔۔۔ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ۔۔۔ اللہ اُن کو جو حکم دیتا ہے اُس کی نافرمانی نہیں کرتے ۔۔۔۔۔۔۔۔

وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۶﴾ اور کرتے وہی ہیں جس کا اُنہیں حکم دیا جاتا ہے۔

- ایک خاندان تین رشتوں پر مبنی ہوتا ہے میاں۔ بیوی، والدین۔ اولاد اور بہن۔ بھائی۔ خاندان کے ہر فرد کی خواہ وہ کسی حیثیت میں ہو یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خود کو بھی اور تمام گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے کوشش کرے۔ البتہ یہ ذمہ داری مردوں پر زیادہ اور بالخصوص سب سے زیادہ خاندان کے سربراہ پر عائد ہوتی ہے:

اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ[1]

"جان لو کہ تم میں سے ہر اک نگران ہے اور اُس سے اُس کے ماتحت لوگوں کے بارے میں سوال ہو گا"۔

- روز قیامت ایک انسان کی کامیابی یا ناکامی کے فیصلہ میں اِس بات کی بڑی اہمیت ہو گی کہ وہ اپنے گھر میں غفلت کی زندگی بسر کر رہا تھا یا آخرت کی تیاری کی طرف متوجہ تھا۔ سورۃ الطور [52] آیت 26 میں اہل جنت کا قول نقل ہوا:

قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿۲۶﴾

"(وہ کہیں گے کہ) بے شک اِس سے پہلے ہم اپنے گھر میں (اللہ سے) ڈرتے رہتے تھے"۔

اس کے برعکس سورۃ الانشقاق [84] آیت 13 میں جہنمی کے بارے میں فرمایا گیا:

اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۱۳﴾

"بے شک وہ اپنے گھر والوں میں بڑا خوش تھا"۔

سورۃ الشوریٰ [42] آیت 45 اور سورۃ الزمر [39] آیت 15 میں فرمایا گیا:

اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

(1) صحیح البخاری، کتاب الأحکام، باب قَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَ {أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ} عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ

"بے شک، اصل خسارہ پانے والے وہ لوگ ہیں جنھوں نے نقصان میں ڈالا اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن"۔

- اِس آیت کی روشنی میں سربراہِ خاندان کا فرض ہے کہ پہلے خود احکاماتِ شریعت پر عمل کر کے خود کو جہنم کی آگ سے بچائے اور تمام اہلِ خانہ کے لیے عملی مثال بنے۔ اِس کے ساتھ ساتھ اہلِ خانہ کی بھی بڑی حکمت اور ثابت قدمی سے ایسی دینی و اخلاقی تربیت کرے کہ وہ بھی خلافِ شریعت کاموں سے اجتناب کر کے جہنم کی آگ سے بچنے کی کوشش کریں۔
- اہلِ خانہ اور خصوصاً اولاد کی تربیت انسان کے لیے بہت بڑی سعادت کا باعث ہو سکتی ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهُ[1]

"جب انسان مر جاتا ہے تو اُس کا عمل ختم ہو جاتا ہے، مگر تین اعمال ایسے ہیں کہ اُن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے، ایک صدقہ جاریہ، دوسرا ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں، تیسرے نیک لڑکا جو اُس کے لیے دُعا کرتا رہے"۔

- جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ گھر والوں کو اسلام اور دینی فرائض کے جامع تصور سے مسلسل آگاہ کیا جائے کیوں کہ اسلام پر جزوی عمل ہی دنیا میں رسوائی اور آخرت میں شدید عذاب کا باعث ہوتا ہے:

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ إِلٰى أَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٥﴾ (البقرة2:85)

"کیا تم کتابِ (الٰہی) کے بعض احکام کو تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کر دیتے ہو، تو جو تم میں سے ایسی حرکت کریں اُن کی سزا اِس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں تو رُسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈال دیے جائیں اور جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُن سے غافل نہیں ہے"۔

(1) صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ باب مَا یَلْحَقُ الْإِنْسَانَ مِنَ الثَّوَابِ بَعْدَ وَفَاتِهِ عن أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ

اِس حوالے سے رزقِ حلال پر قناعت اور شرعی پردے کے اہتمام کو خصوصی اہمیت دینے کی ضرورت ہے۔

- کئی کتبِ احادیث میں یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قریش کے لوگوں کو جمع فرمایا اور ہر خاندان کو تلقین کی کہ وہ خود کو جہنم کی آگ سے بچائیں اور پھر فرمایا:

يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ ﷺ أَنْقِذِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّيْ لَا أَمْلِكُ لَكِ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا[1]

"اے فاطمہ محمد ﷺ کی بیٹی بچاؤ اپنے آپ کو آگ سے، میں تمہارے حق میں کسی نقصان اور نفع کا اختیار نہیں رکھتا"۔

- اگر آج محبت میں اہلِ خانہ کے ساتھ شریعت کی پابندی کے حوالے سے نرمی برتی جارہی ہے یا اُن کی خواہشات پوری کرنے کے لیے خود اُنہیں خلافِ شریعت کاموں میں ملوث کیا جارہا ہے، تو یہ اُن سے بدترین دشمنی کا معاملہ ہے۔ گویا اِس طرزِ عمل سے اُنہیں جہنم کے تند خو اور سخت گیر فرشتوں کے حوالے کیا جارہا ہے جن میں رحم کا مادہ اللہ نے رکھا ہی نہیں۔

- فرشتوں کے بارے میں ایک رائے ہے کہ انہیں اللہ کی نافرمانی کرنے کا اختیار ہی نہیں۔ دوسری رائے ہے کہ وہ بااختیار ہیں لیکن بعض حقائق کا اُنہوں نے اِس طرح سے مشاہدہ کیا ہے کہ اُنہیں اللہ کے معبودِ برحق ہونے پر عین الیقین حاصل ہے۔ لہٰذا وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ البتہ فرشتوں کے درمیان اختلافِ رائے ہوتا ہے، جس کا فیصلہ بھی روزِ قیامت کردیا جائے گا۔ سورۃ الزمر[2] آیت 75 میں فرمایا گیا:

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٥﴾

"اور تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے گرد گھیرا باندھے ہوئے ہیں (اور) شکر کے ساتھ اپنے پروردگار کی تسبیح کررہے ہیں اور اُن کے مابین عدل کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ کل شکر اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔"

- اِس آیت میں بتایا گیا کہ جہنم کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔ پتھر سے مراد وہ بت ہیں جو اپنے پوجنے والوں کے ساتھ جہنم میں جلیں گے:

(1) سنن الترمذی، کتاب تفسیرِ الْقُرْآنِ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ، باب وَمِنْ سُوْرَةِ الشُّعَرَاءِ عن أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ (الانبیاء[21]:98)

"(کافرو! اُس روز) تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہو گے (اور) تم (سب) اِس میں داخل ہو کر رہو گے"۔

یہ بت مشرکین کی حسرت میں اضافہ کریں گے اور جہنم کی آگ کی حدت (Intensity) کو اور بڑھائیں گے۔ تجربے سے ثابت ہو گیا ہے کہ جس آگ میں پتھر بطورِ ایندھن استعمال ہوں، اُس کی حدت زیادہ ہوتی ہے۔

## آیت 7:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا ... اے کافرو! ... لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ... آج بہانے مت بناؤ ... إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ تمہیں بدلہ دیا جائے گا اُسی عمل کا جو تم کرتے رہے۔

- کسی حکم کے بعد جب کفر کا ذکر ہو تو اِس سے مراد اُس حکم پر عمل نہ کرنا ہوتا ہے جیسے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ ۗ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ (البقرۃ[2]:254)

"اے ایمان والو جو (مال) ہم نے تمہیں دیا اُس میں سے خرچ کرو قبل اِس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی تجارت کام آئے گی، نہ کوئی دوستی اور نہ ہی کوئی سفارش اور کفر کرنے والے لوگ ظالم ہیں"۔

وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (آلِ عمران[3]:97)

"اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اُس کے گھر تک جانے کے قابل ہو وہ اُس کا حج کرے اور جس نے کفر کیا تو اللہ تعالیٰ کو بھی تمام جہان والوں کی ضرورت نہیں"۔

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (المائدۃ[5]:44)

"اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ کلام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں"۔

لہٰذا سورۃ التحریم کی اِس آیت 7 میں فرمایا گیا کہ جو لوگ آیت 6 میں واردشدہ ہدایت پر عمل نہ کریں، وہ گویا عملی اعتبار سے کافر ہیں خواہ قانونی اعتبار سے مسلمان ہی کیوں نہ ہوں؟ روزِ قیامت اُن کے کسی عذر کو قبول نہ کیا جائے گا۔

- اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ کے الفاظ سے مراد ہے کہ روزِ قیامت ہر انسان کے اعمال کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ ہر برا عمل در حقیقت انگارہ ہے اور ہر اچھا عمل نور ہے۔ اِن الفاظ سے ایصالِ ثواب کے مروّجہ تصور کی بھی نفی ہوتی ہے۔

## آیت 8:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔۔۔ اے مومنو!۔۔۔ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ۔۔۔ اللہ کے حضور توبہ کرو۔۔۔ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۔۔۔ سچی توبہ۔۔۔ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ۔۔۔ اُمید ہے کہ وہ تمہارے گناہ تم سے دُور کردے گا۔۔۔ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۔۔۔ اور تمہیں داخل کرے گا اُن باغات میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔۔۔ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ ۔۔۔ اُس دن اللہ رُسوا نہیں کرے گا نبی ﷺ کو۔۔۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۔۔۔ اور اُن لوگوں کو جو اُن کے ساتھ ایمان لائے۔۔۔ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ۔۔۔ بلکہ اُن کا نُورِ اُن کے آگے اور داہنی طرف روشنی کرتا ہوا چل رہا ہوگا۔۔۔ يَقُوْلُوْنَ ۔۔۔ اور وہ التجا کریں گے۔۔۔ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا۔۔۔ اے ہمارے رب! ہمارے لیے پورا فرمادے ہمارے نور کو۔۔۔ وَاغْفِرْ لَنَا ۔۔۔ اور ہمیں معاف فرما۔۔۔ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۸﴾ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

- تَوْبَةً نَّصُوْحًا سے مراد ہے خالص اور سچی توبہ۔ عام طور پر توبہ کی حسبِ ذیل چار شرائط بیان کی جاتی ہیں[1]:

  i. حقیقی ندامت وافسوس
  ii. آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد
  iii. گناہ کو عملاً ترک کردینا
  iv. کسی بندے کے ساتھ زیادتی کی صورت میں اُس کا حق لوٹانا یا اُس سے معاف کرانا۔

تَوْبَةً نَّصُوْحًا کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پانچویں شرط بھی بیان فرمائی کہ:

"انسان اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت میں اِس طرح گھلادے جیسے اُس نے گناہوں میں لذت حاصل کی تھی"۔

---

(1) شرح النووی علی مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب استحباب الاستغفار والاستکثار منہ

- "عَسٰی" کا لفظ امید دلانے کے لیے ہے نہ کہ یقین دہانی کرانے کے لیے تاکہ انسان ہر وقت اللہ سے ڈرتا رہے اور اپنے گناہوں پر توبہ کرتا رہے۔
- روزِ قیامت جب لوگوں کے اعمال کے نتائج اور بظاہر نیک اعمال کی نیتیں بھی ظاہر ہوں گے تو دنیا میں بڑی جاہ و حشمت رکھنے والے اور بعض بظاہر بڑے نیک اعمال کرنے والے بھی رسوا نظر آئیں گے[۱]۔ البتہ نبی اکرم ﷺ اور مخلص اہلِ ایمان جن کی دنیا میں توہین کی گئی، اُس روز سرخرو ہوں گے۔
- اہلِ ایمان کے سامنے اُن کے ایمانِ حقیقی کا نور ہو گا جس کا تعلق قلب سے ہوتا ہے اور اُن کے داہنی طرف اعمال کا نور ہو گا کیوں کہ نامۂ اعمال اُن کے داہنے ہاتھ میں ہو گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "کسی کا نور اتنا تیز ہو گا کہ مدینہ سے عدن تک کی مسافت کے برابر فاصلے تک پہنچ رہا ہو گا اور کسی کا نور مدینہ سے صنعاء تک اور کسی کا اِس سے کم یہاں تک کہ کوئی مومن ایسا بھی ہو گا کہ جس کا نور اُس کے قدموں سے آگے نہ بڑھے گا" [۲]۔ اہلِ ایمان اپنے نور کے اضافے کے لیے دعا کریں گے اور اُن گناہوں پر بخشش مانگیں گے جن کے اثرات نے اُن کے نور کو دھندلا کر دیا۔ یہاں در حقیقت پُلِ صراط کے مرحلے کا ذکر ہے۔ اِس مضمون کی مزید تفصیل سورۃ الحدید[57] آیات 12-13 میں ہے:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَاۗءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۭ﴿۱۳﴾

"جس دن تم مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھو گے کہ اُن کا نُور اُن کے آگے آگے اور

(۱) ملاحظہ ہو ریاکار شہید، عالم دین اور انفاق کرنے والے کا آخرت میں انجام (منتخب نصاب حصہ اوّل– نکات برائے درس و تدریس صفحہ 68)

(۲) تفسیر الطبری، تفسیر سورۃ الحدید آیت 8

داہنی طرف چل رہا ہے۔ (اُن سے کہا جائے گا کہ) تم کو بشارت ہو کہ آج (تمہارے لیے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اِن میں ہمیشہ رہو گے۔ یہی شاندار کامیابی ہے۔ اُس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرو تاکہ ہم بھی تمہارے نُور سے روشنی حاصل کریں تو اُن سے کہا جائے گا کہ پیچھے لوٹ جاؤ اور (وہاں) نُور تلاش کرو۔ پھر ان کے اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہو گا۔ اس کے اندرونی حصہ میں تو رحمت ہو گی اور باہر کی طرف عذاب ہو گا"۔

## آیت 9:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ... اے نبی ﷺ!... جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ... جہاد کیجیے کافروں اور منافقوں سے... وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ... اور اُن پر سختی کیجیے... وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ... اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے... وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٩﴾ اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔

- نبی اکرم ﷺ کی نرمی سے منافقین ناجائز فائدہ اٹھاتے اور منفی پروپیگنڈہ کیا کرتے تھے۔

سورۃ المجادلۃ[58] آیت 8 میں منافقین کے اِس طرزِ عمل کا ذکر یوں آیا کہ:

وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٨﴾

"اور جب آپ ﷺ کے پاس آتے ہیں (تو) ایسے الفاظ آپ ﷺ کے بارے میں کہتے ہیں جو اللہ نے نہیں کہے اور اپنے جی میں کہتے ہیں کہ (اگر یہ سچے نبی ہیں) تو اللہ ہمیں ہمارے اِس فعل پر عذاب کیوں نہیں دیتا۔ جہنم اُن کے لیے کافی ہے اور وہ بری جگہ ہے"۔

سورۃ التوبۃ[9] آیت 61 میں منافقین کی گستاخی کا ذکر اِن الفاظ میں ہے:

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ

"اور اُن میں بعض ایسے ہیں جو نبی ﷺ کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو نرے کان ہیں"۔

منافقین کی اِن حرکتوں کی وجہ سے آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اِن کے ساتھ سختی برتیں۔

سورۃ التحریم[66] کی آیت 9 کا یہ مضمون اِنہیں الفاظ کے ساتھ سورۃ التوبۃ[9] آیت 73 میں بھی آیا ہے۔

- اِس آیت کا سورت کے مضمون کے ساتھ تعلق یہ ہے کہ اِس سورت میں بار بار بیان کیا گیا کہ ضرورت سے زیادہ محبت و نرمی نقصان دہ ہوتی ہے۔ بیوی، اولاد اور خود اپنے نفس کو مناسب حد سے زائد رعایتیں دینے کے نتائج خطرناک ہو سکتے ہیں۔ اِسی طرح منافقین اور کفار کے ساتھ بھی سختی کی ضرورت ہے۔
- اِس آیت میں لفظِ جہاد کشاکش اور جدوجہد کے معنی میں ہے یعنی اے نبی کفار اور منافقین کی سازشوں کو ناکام کرنے کے لیے اِن کے خلاف جدوجہد کیجیے۔ یہاں لفظِ جہاد، قتال کے معنی میں نہیں ہے کیوں کہ نبی اکرم ﷺ نے منافقین کے ساتھ کبھی قتال نہ فرمایا۔ ورنہ ممکن تھا کہ آپ ﷺ کے اِس عمل کو بعد کے ادوار میں بادشاہ اپنے مخالفین کو منافقین قرار دینے اور ان کے خلاف کاروائی کرنے کے لیے جواز بنا لیتے۔

## تیسرا حصّہ: آیات 10-12

### بیوی کا علیحدہ تشخص

اِس حصے میں بعض خواتین کی مثال بیان کر کے یہ حقیقت سامنے لائی جا رہی ہے کہ روزِ قیامت ہر مرد کو اپنا حساب دینا ہو گا اور ہر عورت کو اپنا۔ شوہر خواہ کتنا نیک ہو، اپنی بیوی کے کام نہیں آ سکتا اور بیوی خواہ کتنی نیک ہو، شوہر کو نہیں بچا سکتی۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ "مرد عورتوں پر حاکم و نگہبان ہیں" (النساء 4: 34) کی روشنی میں خواتین دنیا میں بیوی کی حیثیت میں تو شوہر کے تابع ہیں لیکن روزِ قیامت بیوی شوہر کے تابع نہ ہو گی اور اُس کا حساب بالکل علیحدہ حیثیت میں ہو گا۔

### آیت 10:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ... اللہ نے کافروں کے لیے نوح علیہ السلام کی بیوی اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ... كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ ... دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے گھر میں تھیں ... فَخَانَتٰهُمَا ... اور دونوں نے اُن سے خیانت کی ... فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ... تو وہ اللہ کے مقابلے میں اُن عورتوں کے کچھ بھی کام نہ آئے ... وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿10﴾ اور اُن کو حکم دیا گیا کہ داخل ہو جاؤ دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ۔

- اِس آیت میں کافر خواتین کے لیے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویوں کی مثال بیان کی گئی ہے۔ اُن دونوں نے اپنے شوہروں کے ساتھ خیانت کی یعنی دونوں منافقین میں سے تھیں اور شوہروں کے رازوں کی حفاظت نہ کرتی تھیں۔ روزِ قیامت یہ جلیل القدر پیغمبر اُنہیں عذاب سے بچا نہ سکیں گے۔
- خیانت سے مراد یہ نہیں کہ وہ عورتیں بدکار یا قانونی کافر تھیں۔ اگر ایسا ہوتا تو نبی علیہ السلام انہیں اپنے گھر پر نہ رکھتے۔
- اِس آیت میں جہنم میں داخلے کے لیے ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جس سے دو معانی لیے جاسکتے ہیں:
  i. ماضی کے واقعات کی طرح جہنم ایسی حقیقی و شدنی ہے کہ گویا وہ اُس میں داخل ہو گئیں۔
  ii. عالم برزخ بھی دراصل ایسے لوگوں کے لیے جہنم ہی کا ایک گڑھا ہے[1]۔ گویا اِس آیت میں عذاب قبر کی طرف اشارہ ہے۔

## آیت 11:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ... اور اللہ نے مومنوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی... اِذْ قَالَتْ ... جبکہ اُس نے التجا کی... رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ ... اے میرے رب میرے لیے جنت میں اپنے پاس ایک گھر بنا... وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ ... اور مجھے نجات عطا فرما فرعون اور اِس کے (سیاہ) اعمال سے... وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١١﴾ اور مجھے نجات عطا فرما ظالم قوم سے۔

اہل ایمان خواتین کے لیے فرعون کی بیوی (حضرت آسیہ سَلَامٌ عَلَيْهَا) کی مثال بیان کی گئی ہے۔ باوجود اس کے کہ انہیں محل اور اس کی تمام آسائشیں میسر تھیں، انہوں نے دعا کی کہ مجھے یہ سارا آرام و سکون زہر لگتا ہے اور اے اللہ مجھے اپنے پاس جنت میں جگہ عطا فرما اور فرعون، اُس کے برے اعمال اور ظالم قوم سے نجات عطا فرما۔

(1) سنن الترمذی، کتاب صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ، باب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَوَانِي الْحَوْضِ عن أبي سعيد رضي الله عنه

## آیت 12:

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ . . . اور (اللہ نے مومنوں کے لیے دوسری مثال بیان فرمائی) عمران کی بیٹی مریم کی . . . الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا . . . جنہوں نے اپنی عصمت کی حفاظت کی . . . فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا . . . تو ہم نے اُس میں اپنی روح میں سے پھونک دیا . . . وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ . . . اور اُنہوں نے اپنے رب کے کلام اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی . . . وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾ اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھیں۔

آخری مثال حضرت مریم (سَلَامٌ عَلَيْهَا) کی ہے جن کی پرورش حضرت زکریا علیہ السلام نے کی۔ یہودیوں نے حضرت مریم (سَلَامٌ عَلَيْهَا) پر بدکاری کا الزام لگایا لیکن قرآنِ حکیم نے آپ کی پاک دامنی کی گواہی ہمیشہ کے لیے ثبت کر دی۔ آپ نے تورات کی اور دیگر کلماتِ الٰہی کی جو فرشتوں نے انسانی شکل میں آکر آپ کے سامنے پیش کیے تصدیق کی۔ آپ نے سخت آزمائش میں بھی جبکہ بغیر مرد سے تعلق کے آپ حاملہ ہوئیں، اپنے رب کی فرمانبرداری جاری رکھی۔ بچے کی پیدائش میں جو حصہ مرد کا ہوتا ہے وہ اللہ کے کلمہ "کُنْ" نے ادا کیا۔ اِسی لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا کلمہ قرار دیا گیا ہے:

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ (آل عمران 3:45)

"(وہ وقت یاد کرو) جب فرشتوں نے (مریم سے کہا) کہ مریم، اللہ تم کو اپنی طرف سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح یعنی عیسیٰ بن مریم ہو گا (اور جو) دنیا اور آخرت میں باعزت اور (اللہ کے) خاص بندوں میں ہو گا"۔

مندرجہ بالا مثالوں سے تین صورتیں سامنے آتی ہیں:

i. اچھا ماحول لیکن برا کردار ⇦ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویاں
ii. برا ماحول لیکن اچھا کردار ⇦ فرعون کی بیوی (حضرت آسیہ سَلَامٌ عَلَيْهَا)
iii. اچھا ماحول اور اچھا کردار ⇦ حضرت زکریا علیہ السلام کی زیرِ کفالت حضرت مریم (سَلَامٌ عَلَيْهَا)

چوتھی صورت یعنی برے ماحول اور برے کردار کا ذکر سورۃ اللھب میں ہے۔ شوہر ابولہب ہے جو نبی اکرم ﷺ کا چچا اور پڑوسی ہونے کے باوجود آپ ﷺ کا بدترین دشمن تھا اور اُس کی بیوی ام جمیل تھی جو انتہائی برے کردار کی مالک تھی۔

# درس چہارم:

## سورۃ بنی اسرائیل رکوع 3-4

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ
الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا
كَرِيْمًا ﴿٢٣﴾ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا
كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿٢٤﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ
كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿٢٥﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ
وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿٢٦﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَكَانَ
الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿٢٧﴾ وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ
تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿٢٨﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا
تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿٢٩﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿٣٠﴾ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ
خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿٣١﴾
وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ
حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا
يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿٣٣﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ
اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿٣٤﴾ وَاَوْفُوا
الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا
﴿٣٥﴾ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ
كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿٣٦﴾ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ
تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿٣٧﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿٣٨﴾ ذٰلِكَ مِمَّآ
اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ

مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾

## تمہیدی نکات:

1. منتخب نصاب کے حصہ سوم کا درس چہارم سورۃ بنی اسرائیل کے تیسرے اور چوتھے رکوع پر مشتمل ہے۔
2. اِس درس کا موضوع "اسلام کا معاشرتی و سماجی نظام" ہے۔ اِس درس میں وہ تمام رہنما اصول (Directive Principles) وضاحت سے بیان کر دیے گئے ہیں جن پر اسلامی معاشرت کی بنیاد ہوتی ہے۔ اسلام کی معاشرتی ہدایات یعنی اوامر و نواہی (Do's and Don'ts) کے بیان کے اعتبار سے یہ مقام قرآنِ حکیم کا نقطۂ عروج ہے۔ یہاں واضح کیا گیا کہ اسلام کے نزدیک وہ معاشرتی اقدار (Social Values) کیا ہیں جنہیں اسلام نافذ کرنا چاہتا ہے اور وہ معاشرتی برائیاں (Social Evils) کیا ہیں جنہیں اسلام ختم کرنا چاہتا ہے۔
3. حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے تورات کی معاشرتی تعلیمات کا خلاصہ بیان فرمادیا ہے۔ گویا یہ آیات تورات کے احکاماتِ عشرہ (Ten Commandments) کی قرآنی تعبیر (Quranic Version) ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور تک اجتماعیت کا ارتقاء معاشرتی زندگی تک ہوا تھا، لہذا یہاں تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات مشترک ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں انسانی تمدن نے آگے بڑھ کر ریاست تک ترقی کی جس کے بارے میں ہدایات اگلے درس یعنی سورۃ الحجرات[49] میں ہیں۔
4. قرآنِ حکیم میں معاشرتی ہدایات سورۃ البقرۃ[2] آیت 83 ، سورۃ النساء[4] آیات 36 تا 38، سورۃ الانعام[6] رکوع 19 اور سورۃ النحل[16] آیت 90 میں بیان کی گئی ہیں۔ سورۃ بنی اسرائیل کے یہ دو رکوع اِن تمام مقامات کی بڑی جامعیت کے ساتھ وضاحت کرتے ہیں۔ گویا یہ مقام "اَلْقُرْاٰنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا" کی عمدہ مثال ہے۔

5. سورۃ بنی اسرائیل مکی دور کے آخر میں یعنی ہجرت سے قبل نازل ہوئی۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست قائم ہوئی۔ گویا سورۃ بنی اسرائیل کی اِن آیات میں اسلامی ریاست کا سماجی منشور (Social Manifesto) بیان ہوا ہے۔

6. سورۃ المؤمنون[23] اور سورۃ المعارج[70] کی آیات میں انفرادی سیرت و کردار کے لیے اول و آخر نماز کا ذکر تھا۔ بالکل اِسی طرح اِس مقام پر معاشرتی ہدایات کے ضمن میں اوّل و آخر توحید کا ذکر ہے۔ ابتداء میں توحیدِ عملی اور آخر میں توحیدِ نظری کا ذکر ہے۔ گویا توحید محض ایک عقیدہ (Dogma) نہیں ہے بلکہ ایک پورے نظام فکر کی اساس ہے جس سے ایک صالح معاشرت، عادلانہ معیشت اور پاکیزہ سیاست پر مشتمل مثالی حکومت وجود میں آتی ہے۔ مشرکانہ عقائد کی وجہ سے افراد میں خداخوفی پیدا نہیں ہوتی اور معاشرے کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے۔

## آیات پر غور و فکر

### آیات 23-25:

وَقَضٰى رَبُّكَ ... اور تمہارے رب نے طے کر دیا ہے ... اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ... کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو ... وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ... اور ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرو ... اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا ... اگر اُن میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں ... فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ ... تو اُن کو اُف تک نہ کہنا ... وَّلَا تَنْهَرْهُمَا ... اور نہ اُنہیں جھڑکنا ... وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿٢٣﴾ اور اُن سے بات ادب کے ساتھ کرنا۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ... اور اُن کے سامنے عاجزی کے ساتھ کندھے جھکائے رکھنا ... وَقُلْ ... اور اُن کے حق میں دُعا کرنا ... رَّبِّ ارْحَمْهُمَا ... اے میرے رب اُن پر رحم فرما ... كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿٢٤﴾ جیسی اُنہوں نے میری پرورش کی میرے بچپن میں۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ... تمہارا رب خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے جی میں ہے ... اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ ... اگر تم نیک ہو ... فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿٢٥﴾ تو بے شک وہ رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

- آیت 23 میں دوٹوک (Categorical) انداز میں بتایا گیا ہے کہ یہ امر طے شدہ ہے کہ عبادت یعنی کلی اطاعت اور دلی محبت کا حق دار صرف اور صرف اللہ ہے۔
- انسان پر اللہ کے حق کے بعد سب سے زیادہ مقدم حق والدین کا ہے۔ قرآنِ حکیم میں اِس مقام کے علاوہ چار مقامات پر اللہ کے حق کے فوراً بعد والدین کے حقوق کا ذکر ہے:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآءِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا ٱللَّهَ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَانًا (البقرة[2]:83)

"اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ سے بھلائی کرتے رہنا"۔

وَٱعْبُدُوا ٱللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِۦ شَيْـًٔا ۖ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَانًا (النساء[4]:36)

"اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو"۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ ۖ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِۦ شَيْـًٔا ۖ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَانًا (الانعام[6]:151)

"کہہ دو کہ (لوگو!) آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنانا اور ماں باپ سے نیک سلوک کرتے رہنا"۔

وَإِذْ قَالَ لُقْمَٰنُ لِٱبْنِهِۦ وَهُوَ يَعِظُهُۥ يَٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِٱللَّهِ ۖ إِنَّ ٱلشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿١٣﴾ وَوَصَّيْنَا ٱلْإِنسَٰنَ بِوَٰلِدَيْهِ (لقمٰن[31]:13-14)

"اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ اُس کو نصیحت کر رہے تھے، "اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، بے شک شرک بہت بڑی ناانصافی ہے" اور ہم نے انسان کو وصیت کی اُس کے والدین کے بارے میں"۔

البتہ اطاعت اور محبت کے ضمن میں اللہ کے بعد مقام ہے جنابِ نبی کریم ﷺ کا۔

- والدین کے حقوق کے بیان پر یہ مقام نقطۂ عروج ہے۔ خاندان کے استحکام کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے میں والدین کی خدمت کا خاص اہتمام ہو تا کہ والدین بھی اولاد کو بڑھاپے کا سہارا

سمجھتے ہوئے اولاد کی پرورش اور تربیت پر بھرپور توجہ دیں اور مستقبل میں معاشرے کو تربیت یافتہ، خداترس اور ذمہ دار افرادی قوت فراہم ہوسکے۔

- والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک یہ ہے کہ:
  1. اُن کا دل سے ادب واحترام کیا جائے۔
  2. مال وجان سے اُن کی خدمت کی جائے۔
  3. شریعت کے دائرے میں اُن کی اطاعت کی پوری کوشش کی جائے۔
  4. اُن کی وفات پر نمازِ جنازہ پڑھائی جائے۔
  5. اُن کی وصیت اور عہد کو ممکن حد تک پورا کیا جائے۔
  6. اُن کے لیے دعا واستغفار کی جائے۔
  7. اُن کے اقارب اور دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔
  8. نیک اور پاکیزہ زندگی گزاری جائے تاکہ والدین کے لیے صدقۂ جاریہ بنا جاسکے۔
- بڑھاپے میں والدین کو خدمت کی ضرورت بھی زیادہ ہوتی ہے اور مزاج میں بھی بچوں کی سی ضد پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات ہوش وحواس بھی درست نہیں رہتے۔ سعادت مند اولاد کو ایسے میں والدین کی خدمت گزاری میں کوئی کمی نہیں کرنی چاہیے۔ اُن کو جھڑکنا تو دور کی بات اُن کے سامنے 'اُف' تک نہ کہا جائے اور نہ ہی کسی اکتاہٹ کا اظہار کیا جائے۔ اظہارِ گفتگو ایسا ہو جیسے خطاوار غلام سخت مزاج آقا کے سامنے کھڑا ہے۔
- اِس سب کے باوجود والدین کے احسانات کا بدلہ ادا نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا ہمیں والدین کے حق میں دعا سکھائی گئی:

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا

"اے اللہ اُن دونوں (والدین) پر اِسی طرح سے رحم فرما جیسے اُنہوں نے میری اُس وقت پرورش کی جب کہ میں کمزور وناتواں تھا"۔

- والدین کے حقوق کے ضمن میں نبی اکرم ﷺ سے کئی احادیث روایت کی گئی ہیں:

لَا یَجْزِی وَلَدٌ وَالِدًا إِلَّا أَنْ یَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَیَشْتَرِیَهُ فَیُعْتِقَهُ (۱)

"کوئی بیٹا اپنے والد کا حق ادا نہیں کر سکتا یہاں تک کہ اُسے حالتِ غلامی میں پائے اور پھر آزاد کرا دے"۔

قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ قَالَ الصَّلَاةُ عَلٰى مِيقَاتِهَا قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ (۲)

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب سے اچھا عمل کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نماز کو وقت پر ادا کرنا"۔ پوچھا اِس کے بعد؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "والدین کے حقوق ادا کرنا"۔ پوچھا اِس کے بعد؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کی راہ میں جنگ کرنا"۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ أَبُوكَ (۳)

"ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مجھ پر خدمت اور حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں۔ اُس نے پوچھا پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں۔ اُس نے پوچھا پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں۔ اُس نے پوچھا پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا باپ"۔

رَغِمَ أَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ قِيلَ مَنْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ

(۱) صحیح مسلم، کتاب العتق، باب فضل عتق الوالد، عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ

(۲) صحیح البخاری، کتاب الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ، باب فَضْلِ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ، و صحیح مسلم، کتاب الْإِيمَانِ، باب بَيَانِ كَوْنِ الْإِيمَانِ بِاللهِ تَعَالَى أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

(۳) صحیح البخاری، کتاب الْأَدَبِ، باب مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ، و صحیح مسلم، کتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، باب بِرِّ الْوَالِدَيْنِ وَأَنَّهُمَا أَحَقُّ بِهِ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ

أَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ (۱)

"وہ آدمی ذلیل ہو، وہ خوار ہو"۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ بدنصیب جو ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک ہی کو بڑھاپے کی حالت میں پائے پھر (اُن کی خدمت کر کے) جنت حاصل نہ کر لے"۔

رِضَى الرَّبِّ فِي رِضَى الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ (۲)

"اللہ کی رضا، والد کی رضا میں اور اللہ کی ناراضی، والد کی ناراضی میں ہے"۔

- آیت نمبر 25 میں فرمایا گیا کہ بعض اوقات کسی مصلحت یا مجبوری کی وجہ سے اولاد کے لیے والدین کی خواہش پوری کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اِسی طرح بعض اوقات والدین کی خواہش خلافِ شریعت ہوتی ہے جسے پورا نہیں کیا جاسکتا۔ اِس صورت میں اگر والدین کے سامنے عاجزی کے ساتھ اپنی مجبوری کا اظہار کر دیا جائے اور اللہ کی طرف اپنی بے بسی کے ساتھ رجوع کیا جائے تو اللہ جو انسان کی ہر مجبوری کو خوب جانتا ہے، ضرور نیک نیت اولاد کو معاف فرمادے گا۔

## آیات 26-27:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ ... اور رشتہ داروں کو اُن کا حق ادا کرو ... وَالْمِسْكِيْنَ ... اور محتاجوں کو ... وَابْنَ السَّبِيْلِ ... اور مسافروں کو ... وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اور مال بے جا نہ اڑاؤ۔ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ... بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں ... وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

- قرآنِ حکیم ہر انسان کو اُس کے مال کے حوالے سے آگاہ فرماتا ہے کہ:

1. جو مال کسی انسان کو وراثت میں ملا یا اُس نے کمایا وہ انسان کا حق نہیں بلکہ اللہ کا فضل ہے۔ لہٰذا انسان کے پاس جو بھی مال ہے اُس کا مالک اللہ ہے اور یہ مال اُس کے پاس اللہ کی امانت ہے:

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالآدَابِ، باب رَغِمَ أَنْفُ مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا عِنْدَ الْكِبَرِ فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ

(۲) سنن الترمذی، کتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ باب مَا جَاءَ مِنَ الْفَضْلِ فِي رِضَا الْوَالِدَيْنِ

ع این امانت چند روزہ نزدِ ماست
در حقیقت مالک ہر شے خداست

2. انسان کے پاس جو مال ہے اُس میں اللہ تعالیٰ نے بطورِ آزمائش غریبوں اور مسکینوں کا حق بھی رکھ دیا ہے۔ لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ اپنی ضروریات سے زائد مال میں سے مستحقین کی امداد کرے۔ یہ امداد اُن کا حق سمجھ کر کی جائے۔ اِس سے انسان دکھاوے اور احساسِ تکبر سے محفوظ رہے گا۔

- ادائیگیٔ حقوق کے ضمن میں والدین کے بعد حق ہے دیگر قرابت داروں کا اور پھر ایسے مساکین کا جو باوجود کوشش کے یا کسی معذوری کی وجہ سے اپنی ضروریات پوری نہ کر سکتے ہوں۔ اِسی طرح اگر کسی مسافر کو دورانِ سفر یا غریب الوطنی میں کوئی احتیاج لاحق ہو جائے تو اُس کی مدد کرنا بھی ضروری ہے۔
- کسی ضرورت پر ضرورت سے زائد خرچ کرنا اسراف کہلاتا ہے۔ البتہ مال کے بلا ضرورت خرچ کرنے کو تبذیر کہا جاتا ہے۔ مثلاً تعمیرات میں نقش و نگار اور سجاوٹ پر، نام و نمود کے لیے دعوتوں پر، کھیل تماشوں پر، خوشی کے موقع پر بے جا رسومات اور چراغاں پر اور غمی یا خود ساختہ تہواروں کے دوران بدعات پر پیسہ خرچ کرنا۔
- آیت 27 میں تبذیر کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ سورۃ المائدۃ[5] آیت 91 کے مطابق، شیطان انسانوں کے درمیان بغض و عداوت پیدا کرنا چاہتا ہے:

إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَٰنُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَٰوَةَ وَالْبَغْضَآءَ

"شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان دشمنی اور رنجش ڈال دے"۔

جب ایک انسان اُس پیسہ کو جو درحقیقت غرباء کا حق تھا بے جا خرچ کرتا ہے تو اِس سے ضرورت مندوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے اور بعض اوقات بڑے بڑے سانحات وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

- آیت 27 میں شیطان کو اپنے رب کا ناشکرا کہا گیا ہے۔ اُس پر اللہ نے بڑے انعامات کیے لیکن اُس نے رب کی نافرمانی کر کے اُس کی ناشکری کی۔ اِسی طرح روپیہ پیسہ بھی اللہ کی ایک بڑی نعمت ہے جس سے انسان جائز ضروریات بھی فراہم کر سکتا ہے اور آخرت کے لیے توشہ

وصدقۂ جاریہ کا سامان بھی کر سکتا ہے۔ لیکن اِسی پیسہ کا بے جا خرچ کر دینا اِس نعمت کی بہت بڑی ناقدری ہے۔

## آیت 28:

وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا ... اور اگر تمہیں اُن (مستحقین) سے اعراض کرنا پڑے اپنے رب کی رحمت (فراخ دستی) کے انتظار میں جس کی تمہیں اُمید ہو...

فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿٢٨﴾ تو اُن سے نرمی سے معذرت کرو۔

اِس آیت میں فرمایا گیا کہ اگر کسی وقت انسان کے اپنے معاشی حالات نامساعد ہوں تو بھی دستِ سوال دراز کرنے والوں سے بڑی نرمی سے معذرت کرنی چاہیے۔

## آیت 29:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ ... اور اپنے ہاتھ کو نہ تو گردن سے باندھ لو (یعنی بخل کرو) ... وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ ... اور نہ بالکل کھول ہی دو (کہ سبھی کچھ دے ڈالو) ... فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿٢٩﴾ کہ پھر ملامت زدہ اور تھک ہار کر بیٹھ رہو۔

اِس آیت میں مال خرچ کرنے کے حوالے سے میانہ روی اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ہاتھ باندھنا استعارہ ہے بخل کے لیے اور ہاتھ کھلا چھوڑ دینا استعارہ ہے ضرورت یا گنجائش سے زائد خرچ کرنے کے لیے۔ معاملہ خواہ ذاتی ضروریات کا ہو یا صدقات و خیرات کا، اِس میں نہ تو انسان کو بخل کرنا چاہیے اور نہ ہی جذبات میں آکر اتنا زیادہ خرچ کر دینا چاہیے کہ بعد میں پشیمانی ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ[1] "وہ محتاج نہیں ہوتا جو میانہ روی اختیار کرتا ہے"۔ کئی روایات میں یہ بات آئی ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ایک تہائی مال سے زائد صدقہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے ترکہ میں سے انسان کو صرف ایک تہائی مال کی وصیت کرنے کا اختیار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نیکی کا جذبہ بھی دیگر جذبات کی طرح اندھا ہوتا ہے۔ انسان جذبات کی رو میں زیادہ خرچ کر دیتا ہے اور بعد میں جب ضرورت پڑتی ہے تو خود کو ملامت کرنے لگتا ہے۔

---

(۱) مسند احمد، کتاب مسند المکثرین من الصحابۃ، باب مسند عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

## آیت 30:

اِنَّ رَبَّكَ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ ؕ ... بے شک تمہارا رب جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جس کی روزی چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے... اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيۡرًۢا بَصِيۡرًا ﴿۳۰﴾ وہ اپنے بندوں سے خبر دار ہے اُن کو دیکھ رہا ہے۔

بعض اوقات ہم کسی کی مستقل مدد کرتے رہتے ہیں لیکن اُس کے معاشی حالات نہیں سنورتے۔ اِس آیت میں فرمایا گیا کہ تم نہ کسی کی کشادگی کے ذمہ دار ہو اور نہ ہی یہ تمہارے بس میں ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس کے لیے انجامِ کار کے اعتبار سے غنی ہونا بہتر ہے اور کس کے لیے تنگ دست۔ تم سے جس قدر ممکن ہو اپنے بھائی کی مدد کرتے رہو۔

## آیت 31:

وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ خَشۡيَةَ اِمۡلَاقٍ ؕ ... اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرنا ... نَحۡنُ نَرۡزُقُهُمۡ وَاِيَّاكُمۡ ؕ ... ہم اُن کو رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی... اِنَّ قَتۡلَهُمۡ كَانَ خِطۡاً كَبِيۡرًا ﴿۳۱﴾ کچھ شک نہیں کہ اُن کا مار ڈالنا بڑا سخت گناہ ہے۔

- انسان خود کو اپنی اولاد کا رازق سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں لوگ مفلسی کے ڈر سے اسقاطِ حمل یا اپنی اولاد کو قتل کر دینے کے جرائم کا ارتکاب کرتے رہے ہیں۔ اِس آیت میں یہ حقیقت بیان کی گئی کہ جملہ مخلوقات کا رازق اللہ ہے۔ والد کو سمجھنا چاہیے کہ خود اُس کا رازق بھی اللہ ہے۔ لہذا رزق کی عدم دستیابی کے خوف سے اپنی اولاد کو ہلاک کرنا جائز نہیں۔
- خاندانی منصوبہ بندی کے پس منظر میں بھی یہی سوچ کار فرما ہے کہ انسان اللہ کو رازق نہیں سمجھتا۔ اسی لیے رزق کے دستیاب مادی وسائل و اسباب کو سامنے رکھ کر منع حمل کی تدابیر اختیار کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ اللہ کے رزق کی فراہمی کے خزانے بے شمار ہیں:

وَاِنۡ مِّنۡ شَىۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴿۲۱﴾ (الحجر[15]:21)

”اور ہمارے ہاں ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم اُن کو ضروری مقدار کے مطابق اتارتے رہتے ہیں“۔

جوں جوں آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے رزق اور روزگار کے نئے نئے ذرائع اور وسائل بھی ظاہر ہوتے جا رہے ہیں مثلاً پولٹری اور پٹرولیم کی صنعت۔ مشینی زراعت، مصنوعی کھاد اور جینیٹک

انجینئرنگ کے ذریعے غیر معمولی پیداوار دینے والے بیجوں کی تیاری سے غذائی پیداوار میں زبردست اضافہ ہو گیا ہے۔ جس زمین سے پہلے من اناج پیدا ہوتا تھا اُسی سے آج ٹن اناج پیدا ہو رہا ہے۔ آبادی میں غیر معمولی اضافے کے باوجود آج بھی غذائی اجناس اصل ضرورت سے زائد ہیں۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ وہ کھانے والوں کو گھٹانے کی تخریبی کوشش چھوڑ کر اُن تعمیری مساعی میں اپنی قوت اور قابلیت صرف کرے جن سے اللہ کے بنائے ہوئے قانونِ فطرت کے مطابق رزق میں ترقی و افزائش ہو۔ اِس سلسلے میں اہم ترین کام معاشرے میں عادلانہ نظام کے قیام کی کوشش ہے تاکہ وسائل کی منصفانہ تقسیم ہو اور ریاست کے تمام شہریوں کو اُن کی بنیادی ضروریات میسر ہو سکیں۔

- خاندانی منصوبہ بندی کے لیے اقدامات معاشرے میں زنا کے فروغ کا باعث بن رہے ہیں۔ ناجائز اولاد کا خوف ایک عورت کو اِس بدترین جرم سے باز رکھنے کی ایک وجہ بن جاتا ہے۔ جس معاشرے میں مانع حمل ادویات و تدابیر کا استعمال رواج پا جائے وہاں متذکرہ بالا خوف ختم ہو جاتا ہے اور بدکاری عام ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگلی آیت میں زنا کی ممانعت کا ذکر ہے۔

## آیت 32:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى . . . اور زنا کے پاس بھی نہ جاؤ . . . اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ . . . بے شک وہ بے حیائی ہے . . . وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝۳۲ اور بُرا راستہ ہے۔

- مرد اور عورت کا جنسی اختلاط جبکہ اُن کے درمیان نکاح یا مالک اور کنیز کا رشتہ نہ ہو زنا کہلاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَا مُدْرِكٌ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا وَالْقَلْبُ يَهْوِي وَيَتَمَنّٰى وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ (1)

"ابن آدم کے حصے کا زنا طے ہے جسے وہ بہر صورت پا کر رہے گا۔ لہذا آنکھوں کا زنا ہے

(1) صحیح مسلم، کتاب الْقَدَرِ، باب قُدِّرَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظُّهُ مِنَ الزِّنَا وَغَيْرِهِ، عَنْ أَبِي هريرة رضي الله عنه

بد نظری کرنا، کانوں کا زنا نامحرم کی آواز سننا ہے، زبان کا زنا نامحرم سے گفتگو کرنا ہے، ہاتھ کا زنا نامحرم کو چھونا ہے، پاؤں کا زنا نامحرم کی طرف جانا ہے اور دل بھی زنا کرتا ہے جب وہ (نامحرم کا) تصور یا (زنا کی) خواہش کرتا ہے اور پھر شرم گاہ اِس کی تصدیق یا تکذیب کر دیتی ہے"۔

- زنا ایک ایسا گناہ ہے جس سے بچنا انسان کے لیے بہت ہی مشکل ہے۔ اللہ نے انسان کے اندر زور دار جنسی جذبات رکھے ہیں تاکہ نسلِ انسانی کی افزائش ہو سکے۔ جن خواہشات کی محبت مردوں کے لیے مزین کر دی گئی ہے اُن میں اولین عورتوں کی محبت ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿١٤﴾ (آلِ عمران[3]:14)

"مزین کر دی گئی لوگوں کے لیے خواہشات کی محبت یعنی عورتوں، بیٹوں، سونے اور چاندی کے ذخیروں، نشان لگے گھوڑوں، مویشیوں اور کھیتیوں کی محبت۔ (مگر) یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں اور اللہ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے"۔

عورتوں کی طرف رغبت کا معاملہ یہ ہے کہ انبیائے کرام رضی اللہ عنہم بھی اِس سے مستثنیٰ نہیں ہیں:

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ (الاحزاب[33]:52)

"(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اب اِن (ازواجِ مطہرات) کے سوا اور عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جائز نہیں اور نہ یہ کہ اِن ازواج کو چھوڑ کر اور خواتین سے نکاح کر لیں خواہ اُن کا حسن آپ کو کتنا ہی متاثر کرے"۔

اس حوالے سے حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے سامنے اپنی بے بسی اِس طرح بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٣٣﴾ (یوسف[12]:33)

"پروردگار جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اُس کی نسبت مجھے قید پسند ہے اور اگر تو مجھ سے اُن کے فریب کو نہ ہٹائے گا تو میں اُن کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانوں میں داخل ہو جاؤں گا"۔

اِسی لیے اِس آیت میں یہ حکم نہیں دیا گیا کہ "زنا نہ کرو" بلکہ فرمایا گیا "زنا کے قریب بھی مت جاؤ"۔ گویا اُن تمام راستوں کو بند کرنے کا حکم ہے جو زنا کی طرف لے جاتے ہیں۔ زنا کا محرک بننے والے اسباب کا سدباب وہ ہدف ہے جو اسلامی معاشرت کو دیگر معاشروں سے بالکل جدا کر دیتا ہے۔ اِس ہدف کے حوالے سے اسلامی معاشرت کی نمایاں و امتیازی خصوصیات ہیں:

i. مخلوط معاشرت سے اجتناب:

- مردوں اور عورتوں کا علیحدہ دائرہ کار (مرد کا گھر سے باہر جبکہ عورت کا گھر کے اندر)
- مکانات کی خاص طرزِ تعمیر کہ زنانہ حصّہ الگ اور مردانہ حصّہ الگ
- ایسی محفلوں اور تقریبات کی حوصلہ شکنی جس میں مخلوط اجتماع کا امکان ہو

ii. گھر سے باہر پردے کے احکامات (الاحزاب[33]:32، 33، 53-55، 59)

- نامحرم شخص سے نرمی سے بات نہ کی جائے۔
- عزت اور وقار سے گھر میں رہا جائے۔
- باہر نکل کر دورِ جاہلیت کی طرح زیب و زینت کی نمائش نہ کی جائے۔
- نامحرم خواتین سے ضروری گفتگو پردے کی اوٹ سے کی جائے۔
- خواتین گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں چہرے پر چادر لٹکالیا کریں۔

iii. گھر کے اندر پردے کے احکامات (النور[24]:27-31، 58-60)

- کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہوا جائے۔
- اگر گھر میں داخلہ کی اجازت نہ دی جائے تو لوٹ جانا چاہیے۔
- مرد اور خواتین گھر میں بھی نگاہوں کو نیچا رکھیں۔
- مرد اور خواتین ستر کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔
- خواتین گھروں میں اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں۔
- خواتین شوہروں، محرم مردوں اور جان پہچان کی خواتین کے علاوہ کسی کے سامنے اپنی زیب و زینت ظاہر نہ کریں۔

(مزید تفصیلات کے لیے "چہرے کا پردہ" کے موضوع پر کتاب میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی تحریر "شرعی پردہ۔ قرآن و سنت کی روشنی میں" کا مطالعہ مفید رہے گا۔)

iv. نکاح کو آسان کرنا (بے جا رسومات کے سدباب کے ذریعہ)

v. جنسی جذبے میں ہیجان پیدا کرنے والے تمام امور پر پابندی جیسے شراب نوشی، رقص و موسیقی، فحش لٹریچر، عریاں تصاویر، بیہودہ فلمیں و ڈرامے وغیرہ۔

vi. زانی کے لیے سخت سزا:

- غیر شادی شدہ کے لیے ایک سو کوڑوں کی سزا (النور 24:2)
- شادی شدہ کے لیے رجم [1]

- اِس آیت میں زنا کو "فاحشہ" یعنی بے حیائی کا محرک کہا گیا ہے۔ بے حیائی در حقیقت ایمان کی ضد ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ [2]

"ایمان کے ستر سے کچھ زائد حصے ہیں اور حیاء ایمان کا ایک حصہ ہے"۔

یہی وجہ ہے کہ ایک طرف اللہ کے بندے ایمان کی دعوت دے رہے ہوتے ہیں اور اِس کے مقابلے میں شیطان کے ایجنٹ بے حیائی کا پرچار کر رہے ہوتے ہیں:

إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالسُّوٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٦٩﴾

(البقرۃ 2:169)

"وہ تو تمہیں بُرائی اور بے حیائی ہی کے کام کرنے کو کہتا ہے اور یہ بھی کہ اللہ کی نسبت ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں (کچھ بھی) علم نہیں"۔

گویا زنا اور اُس کی طرف لے جانے والے تمام راستے دراصل شیطان کے راستے ہیں۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الْحُدُودِ، باب أَحْكَامِ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَإِحْصَانِهِمْ إِذَا زَنَوْا وَرُفِعُوا إِلَى الْإِمَامِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ

(۲) صحیح مسلم، کتاب الْإِيمَانِ، باب بَيَانِ عَدَدِ شُعَبِ الْإِيمَانِ وَأَفْضَلِهَا وَأَدْنَاهَا وَفَضِيلَةِ الْحَيَاءِ...عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ

- اِس آیت میں زنا کو سَآءَ سَبِيْلًا یعنی برا راستہ قرار دیا گیا ہے کیوں کہ یہ خاندان کے ادارے کو دو طرح سے تباہ کرتا ہے:
  - i. شوہر اور بیوی کے درمیان اعتماد اور محبت کا رشتہ ختم ہو جاتا ہے۔ گھر میں سکون کی فضا باقی نہیں رہتی جس سے اولاد پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اسلام گھر میں ایسی فضا قائم کرنا چاہتا ہے کہ شوہر اور بیوی کے لیے تمام جنسی کشش صرف ایک دوسرے میں ہو تاکہ خاندان کا ادارہ مستحکم ہو۔
  - ii. والد کو اپنی اولاد کے بارے میں شک ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وہ اولاد کی پرورش اور تربیت پر مناسب توجہ نہیں دیتا۔ اولاد اِس رویے کو محسوس کرتی ہے اور پھر ردِّ عمل کے طور پر بڑھاپے میں والدین کی خدمت نہیں کرتی۔

مندرجہ بالا حقائق کی وجہ سے خاندان کا ادارہ تباہ ہوتا ہے اور اُس کے مضر اثرات پورے معاشرے پر پڑتے ہیں۔

- اسلام نے عورت کو جو حقوق دیے ہیں اُن کے مطابق ایک مرد کے لیے لازم ہے کہ وہ نکاح کے ذریعہ مندرجہ ذیل امور کی ضمانت دے کر ہی کسی عورت سے جنسی تعلق قائم کر سکتا ہے:
  - زندگی بھر عورت کی حفاظت
  - اُس کی تمام ضروریات کی فراہمی
  - مہر کی ادائیگی
  - وراثت میں حصہ

اِس کے برعکس مغربی تہذیب آزادی، مساوات اور حقوقِ نسواں کے خوشنما لیکن گمراہ کن تصورات کے ذریعے عورت کا استحصال کر رہی ہے۔ عورت پر اولاد کی پیدائش اور پرورش کی کٹھن مشقت کے ساتھ معاشی ذمہ داری کا بوجھ بھی ڈال دیا گیا، معاشی فوائد کے لیے اُسے ایک اشتہاری کھلونا (Show Piece) بنا دیا گیا اور گھر سے باہر نکال کر اُس کی عصمت کو ناقابلِ تلافی خطرات سے دوچار کر دیا گیا۔

## آیت 33:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ... اور قتل نہ کرو ایسی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے مگر جائز طریقے یعنی شریعت کے حکم سے ... وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا ... اور جو شخص ناحق قتل کیا گیا ... فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا ... تو ہم نے اختیار دے دیا ہے اُس کے وارث کو ... فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ ... پس اُس کو چاہیے کہ قتل کا بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرے ... إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا ﴿٣٣﴾ بے شک اُس کی مدد کی گئی ہے۔

- حرمتِ عزت کے بعد اب حرمتِ جان کا ذکر ہے۔ انسانیت مل جل کر رہنے اور ایک دوسرے کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کرنے کا نام ہے۔ انسان پر اپنی اور کسی دوسرے کی جان لینا حرام ہے۔ خودکشی کی ممانعت بھی اِسی آیت سے ثابت ہے۔ جس معاشرے میں انسانی جان محفوظ نہ ہو وہ معاشرہ "انسانی معاشرہ" کہلانے کا حق دار نہیں۔ قتلِ ناحق تمدن کی جڑ پر تیشہ چلانے کے مترادف ہے۔ اِسی لیے سورۃ المائدۃ[5] آیت 32 میں فرمایا کہ جس نے ایک انسان کو قتل کیا اُس نے پوری انسانیت کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کی حفاظت کی اُس نے پوری انسانیت کو تحفظ دیا۔ البتہ مندرجہ ذیل صورتوں میں کسی انسان کی جان لی جا سکتی ہے:

1. شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا[۱]
2. قاتل کی بطور قصاص جان لینا (البقرۃ[2]:178)
3. حربی کافر کو قتل کرنا (التوبۃ[9]:111)
4. گستاخِ رسول ﷺ کو قتل کرنا[۲]
5. اسلام سے مرتد ہونے والے کو قتل کرنا (البقرۃ[2]:54)
6. رہزن یا اسلامی حکومت کے باغی کو قتل کرنا (المائدۃ[5]:33)

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الْحُدُودِ، باب أَحْكَامِ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَإِحْصَانِهِمْ إِذَا زَنَوْا وَرُفِعُوا إِلَى الْإِمَامِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ

(۲) صحیح البخاری، کتاب الْمَغَازِي، باب قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ، و صحیح مسلم، کتاب الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ، باب قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ طَاغُوتِ الْيَهُودِ عن جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رضی اللہ عنہ

- قتلِ ناحق کی صورت میں حکومت قاتل کو گرفتار کر کے جرم ثابت کرے گی۔ قاتل کے بارے میں فیصلے کا اختیار مقتول کے ورثاء کو ہے۔ اِس سے اُن کے زخم پر مرہم کا سامان ہوتا ہے۔ وہ چاہیں تو قاتل کو معاف کر دیں یا خون بہا قبول کرلیں یا حکومت سے قصاص کا مطالبہ کریں۔
- اِس دور میں قصاص کی سزا پر عمل درآمد مقتول کے ورثاء نہیں بلکہ حکومت کرتی ہے۔ اِس سے قبل جرم ثابت کرنے کے بعد حکومت قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالے کر دیتی تھی۔ قاتل کی جان لینے میں اسراف یعنی زیادتی کی ایک صورت یہ تھی کہ مقتول کے ورثاء تڑپا تڑپا کر قاتل کو مارتے تھے یا اُسے جلا دیتے تھے۔ زیادتی کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ خون بہا لینے کے بعد قاتل کی جان بھی لے لی جاتی تھی۔ یہ زیادتی موجودہ دور میں بھی کی جاتی ہے۔ بعض اوقات قاتل کے ساتھ اُس کے بے قصور عزیزوں یا ساتھیوں کی جان بھی لینے کا ظلم جاری رہا ہے۔

## آیت 34:

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ ... اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ ... اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ... مگر اِس طور جو بہت بہتر ہو ... حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ... یہاں تک کہ وہ پہنچ جائے اپنے شعور کو ... وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ... اور عہد کو پورا کرو ... اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ﴿٣٤﴾ بلاشبہ عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

- حرمتِ عزت وجان کے بعد اب حرمتِ مال کا ذکر ہے۔ یتیم کے مال پر بعض اوقات اُس کے سرپرست حیلوں بہانوں سے قبضہ کر لیتے ہیں۔ بعض اوقات یتیم بچوں کی ماؤں سے شادی کر کے یا یتیم لڑکیوں سے شادی کر کے اُن کے مال پر قبضہ کر لیا جاتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں بڑی تاکید اور تکرار کے ساتھ یتیم کا مال نہ کھانے اور اُس کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی گئی ہے۔ سورۃ النساء[4] آیات 2، 3، 5، 6 اور 10 میں اِس حوالے سے تفصیلی ہدایات دی گئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

1. یتیموں کا مال مت کھاؤ۔
2. یتیموں کے اچھے مال کو اپنے ردّی مال سے مت بدل لو۔

3. اگر عدل نہ کرنے کا اندیشہ ہو تو یتیم لڑکیوں یا یتیموں کی ماؤں سے نکاح مت کرو۔
4. یتیم کے مال کی حفاظت کرو جب تک کہ وہ سمجھ دار نہ ہو جائیں۔
5. یتیم کے مال کی حفاظت کا معاوضہ نہ لو۔ البتہ اگر کوئی تنگدست ہو تو مناسب حد تک لے سکتا ہے۔
6. جب یتیم سمجھ دار ہو جائے تو گواہوں کی موجودگی میں اُس کا مال اُس کے حوالے کر دیا جائے۔
7. یتیموں کا اِسی طرح خیال رکھو جیسے تم اپنے بچوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تمنا کرو گے اُس صورت میں کہ اگر خدانخواستہ تمہارا انتقال ہو جائے اور وہ یتیم ہو جائیں۔
8. جو لوگ یتیم کا مال کھاتے ہیں در حقیقت وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور روزِ قیامت جہنم میں داخل ہوں گے۔

- نبی کریم ﷺ نے یتیم کی کفالت کرنے والوں کو بہت اجر و ثواب اور جنت میں اپنی رفاقت کی خوشخبری دی۔ (معارف الحدیث جلد 6 احادیث نمبر 78-82)
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یتیموں کے بارے میں متذکرہ بالا ہدایات پر اِس طرح عمل کیا کہ گھر میں یتیم کی ہانڈی بھی الگ کر دی گئی۔ سورۃ البقرۃ[2] آیت 220 میں اللہ نے ایسا نہ کرنے کی رعایت دی کیوں کہ اِس سے صحابہ کو بھی مشقت کا سامنا تھا اور یتیم بھی خود کو دیگر اہلِ خانہ سے جدا سمجھ کر احساسِ محرومی کا شکار ہوتا تھا۔
- اسلام میں یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک کی اِس قدر تاکید کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ احساسِ محرومی کا شکار نہ ہو۔ تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ جو بچے بچپن میں احساسِ محرومی کا شکار ہوتے ہیں وہی بڑے ہو کر ردِ عمل کے طور پر جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔
- اِس آیت میں ایفائے عہد کے حوالے سے حکم انتہائی تاکیدی اسلوب میں دیا گیا ہے۔ اِس سے قبل آیۂ بِر، سورۃ المؤمنون[23] اور سورۃ المعارج[70] میں ایفائے عہد کا ذکر نیک بندوں کی صفات کے طور پر آیا تھا۔ یہاں ایفائے عہد کا حکم دیا گیا اور خبردار کیا گیا کہ عہد کے بارے میں روزِ قیامت باز پُرس ہو گی۔

- نبی اکرم ﷺ نے وعدہ خلافی کو منافق کی ایک نشانی قرار دیا:

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.

زَادَ فِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ (۱)

"منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرے، جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے، اُسے پورا نہ کرے اور جب اُس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ خیانت کرے"۔ مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ "اگرچہ وہ روزے رکھے اور نماز پڑھے اور گمان رکھے کہ وہ مسلمان ہے"۔

نیز آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے:

لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَ لَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ (۲)

"جو امانت کی پاسداری نہیں کرتا اُس کا ایمان ہی نہیں، جو وعدہ پورا نہیں کرتا اُس کا کوئی دین نہیں"۔

- تمام معاملاتِ انسانی تحریری یا غیر تحریری معاہدوں پر مشتمل ہوتے ہیں اور اس آیت اور متذکرہ بالا ارشاداتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ہم پر اِن کا احترام لازم ہے۔ معاہدوں کی تین اقسام ہیں:

1. اپنے آپ سے: نیکی کا ارادہ، گناہوں پر توبہ، کوئی قسم یا کوئی نذر
2. بندوں سے: حقوق العباد کی ادائیگی جیسے والدین، اولاد، شوہر و بیوی ، اساتذہ اور پڑوسیوں وغیرہ کے حقوق۔ ملازمت، کاروبار یا دیگر پیشہ ورانہ معاہدات
3. اللہ سے: اللہ نے مومنوں سے اُن کے مال اور جان خرید لیے ہیں جنت کے بدلے میں

- إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ (التوبۃ: 111)

"اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال خرید لیے ہیں (اور اِس کے) عوض میں اُن کے لیے جنت (تیار کی) ہے، یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں"۔

(۱) صحيح البخاری، كتاب الإيمَانِ، باب عَلَامَةِ الْمُنَافِقِ و صحيح مسلم، كتاب الإيمَانِ، باب بَيَانِ خِصَالِ الْمُنَافِقِ عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ

(۲) مسند احمد، كتاب بَاقِي مُسْنَدِ الْمُكْثِرِينَ، باب مُسْنَدُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ، 11935

کسی دینی جماعت سے وابستگی اِسی عہد کو پورا کرنے کا ذریعہ ہے۔

- جس معاشرے میں ایفائے عہد رواج پا جائے وہاں انتہائی اطمینان و سکون کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور بہت سے غیر ترقیاتی اخراجات ختم ہو جاتے ہیں جو کام چوری، ملاوٹ، دھوکہ دہی وغیرہ کی روک تھام کے لیے نگرانی کے طور پر کیے جاتے ہیں۔

## آیت 35:

وَاَوۡفُوا الۡكَيۡلَ اِذَا كِلۡتُمۡ ... اور پیمانہ پورا بھرو جب کوئی چیز ماپو... وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِيۡمِ ... اور تولو ترازو کی سیدھی ڈنڈی کے ساتھ... ذٰلِكَ خَيۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا ﴿۳۵﴾ یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے۔

- قرآنِ حکیم کی یہ ایک اہم معاشرتی ہدایت ہے کہ ماپ اور تول میں کمی نہ کی جائے۔ سورۃ المطففین[83] کی ابتدائی آیات میں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے شدید وعید بیان ہوئی ہے اور اِس جرم کو آخرت پر یقین نہ ہونے کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ ناپ تول میں اگر کمی نہ کی جائے تو اِس سے معاشرے میں اعتماد کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ انسان کو تھوڑا لیکن مستقل فائدہ ہوتا ہے اور ضمیر بھی مطمئن رہتا ہے۔
- اِس آیت میں ہدایت تو اشیاء کے ناپ تول کے حوالے سے ہے لیکن وسیع ہدایت یہ ہے کہ انسان جس پیمانے کو اپنے لیے پسند کرے وہی پیمانہ دوسرے کے لیے بھی استعمال کرے۔ انسان کو لینے اور دینے کے باٹ یکساں رکھنے چاہیے۔

## آیت 36:

وَلَا تَقۡفُ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ... اور اُس کے پیچھے مت لگو جس کا تمہیں علم نہیں... اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ... بے شک کان اور آنکھ اور عقل... كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔوۡلًا ﴿۳۶﴾ ان سب کے (استعمال) کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

- اِس آیت میں ہدایت دی گئی ہے کہ انسان کا نظریہ اور عمل محض گمان یا تقلید کی بنیاد پر نہیں بلکہ علم اور ٹھوس دلائل کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔ اِس ہدایت کے ذریعے اسلام نے انسان کو ایک طرف ایسے تمام اوہام کے خوف سے نجات دلا دی جن کی بنیاد محض گمان یا تخمینوں پر تھی جیسے

ستارہ شناسی، دست شناسی یا اِسی طرح کی دیگر Occult Sciences۔ اِسی حوالے سے ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

مَنْ أَتَى كَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱)

"جو کسی کاہن یا نجومی کے پاس آیا اور اس کی بات کی تصدیق کی اُس نے اُس بات کی تکذیب کی جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا"۔

دوسری طرف خوشی یا غمی کے حوالے سے بے جا رسومات و بدعات سے گلو خلاصی کرادی جو آباء واجداد کی تقلیدِ محض کا نتیجہ تھیں۔

- در حقیقت اِس آیت میں علم کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ انسان کو پیروی علمی حقائق ہی کی کرنی چاہیے اور اُن تمام نظریات یا خدشات کو اہمیت نہیں دینی چاہیے جو وہم، گمان یا تخمینوں کی بنیاد پر ہیں۔ یہی وہ نقطۂ نظر ہے جس سے سائنس کے سفر کا آغاز ہوا۔ سائنس کی بنیاد اُس علم پر ہے جو ہمیں مشاہدات اور تجربات سے حاصل ہوتا ہے لیکن قرآن کی رُو سے علم کی اقسام دو ہیں:

1. علمِ ہدایت یا علمِ وحی:

یہ علم مادی حواس سے نہیں بلکہ اللہ کی عطا کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ اِس کی صورت الہام، سچے خواب اور کشف وغیرہ ہوتی ہے۔ اِس علم کی ایک خاص اور اہم ترین صورت وہ وحی ہے جو اللہ نے انبیاء پر فرشتوں کے ذریعے نازل فرمائی۔

2. علمِ جدید:

یہ وہ علم ہے جو انسان کو حواس، تجربہ اور غور و فکر کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ فلسفہ، نفسیات، تاریخ، نظام ہائے زندگی، سائنس اور ٹیکنالوجی وغیرہ کے علوم اِسی زمرے میں آتے ہیں۔

- ہمارے لیے اِن دونوں علوم کا سیکھنا ضروری ہے۔ علم ہدایت تو علم کی وہ روح ہے جس کے بغیر علم جدید نہ صحیح رُخ پر آگے بڑھ سکتا ہے، نہ دنیا میں مفید ہو سکتا ہے اور نہ آخرت کے اعتبار

(۱) مسند احمد، کتاب بَاقِي مُسْنَدِ الْمُكْثِرِينَ، باب مُسْنَدُ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ

سے رحمت بن سکتا ہے۔ اِسی طرح علمِ جدید کے ذریعے ہمیں علمِ ہدایت یعنی قرآن کی زیادہ سے زیادہ معرفت حاصل ہوتی ہے، عظمتِ قرآن کا نقش ہمارے دلوں پر قائم ہوتا ہے، دورِ حاضر کے تقاضوں کا ساتھ دیا جاسکتا ہے اور عصرِ حاضر کے مسائل کو سمجھ کر علمِ ہدایت کی روشنی میں اُن کا حل پیش کیا جاسکتا ہے۔

- قرآنِ حکیم میں سورۃ البقرۃ[2] کے چوتھے رکوع میں اِن دونوں علوم کا ذکر ہے۔ علمِ جدید کو علم الاسماء کا نام دیا گیا اور حضرتِ آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر فضیلت کی وجہ اِسی علم کو قرار دیا گیا۔ البتہ رکوع کے آخری حصّے میں علمِ ہدایت کا ذکر کیا گیا اور آخرت کی فوز و فلاح کو اِسی پر منحصر قرار دیا گیا۔
- قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر صاحبِ علم کی فضیلت بیان کی گئی ہے:

قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ (الزمر[39]:9)

"(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) پوچھیے بھلا علم رکھنے والے اور نہ رکھنے والے برابر ہوسکتے ہیں؟"

اِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا (فاطر[35]:28)

"اللہ سے تو اُس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو صاحبِ علم ہیں"۔

يَرۡفَعِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ ۙ وَالَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ (المجادلۃ[58]:11)

"اللہ بلند کرے گا درجے اُن کے جو ایمان لائے اور جن کو علم عطا کیا گیا"۔

کئی احادیثِ مبارکہ (ریاض الصّالحین جلد دوم احادیث نمبر:1376-1389) میں بھی علم کے سیکھنے کی اہمیت اور عابد کے مقابلے میں عالم کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

- اس آیت میں علم کی اہمیت پر زور دینے کے بعد اُن صلاحیتوں کا ذکر ہے جن سے ہم علم حاصل کرتے ہیں۔ سماعت اور بصارت کے علاوہ یہاں "فؤاد" کا ذکر ہے جس کے معنی دل بھی کیے جاتے ہیں اور عقل بھی۔ یہ دوسرے معنی یہاں زیادہ مناسب ہیں کیوں کہ سماعت اور بصارت کی حیثیت اِن ذرائع (Signals) کی ہے جن کی مدد سے عقل نتیجہ اخذ کرتی ہے۔ سماعت و بصارت یا دیگر حواس سے انسان معلومات حاصل کرتا ہے اور پھر عقل اِسی سے متعلق جو معلومات پہلے سے دماغ میں موجود ہوتی ہے، اُن کی روشنی میں کچھ نتائج اخذ کرتی ہے اور اُن کو

مرتب کرتی ہے۔ اِس طرح انسان اپنے مشاہدے اور سماعت وغیرہ سے کوئی فیصلہ کرتا ہے۔

آخر میں فرمایا گیا کہ تمہیں علم کے حصول کے لیے جو صلاحیتیں دی گئی ہیں، روزِ قیامت اِن کے بارے میں باز پُرس ہو گی کہ انہیں استعمال کیا یا نہیں۔

## آیت 37:

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ ... اور زمین پر اکڑ کر مت چلو... إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ... بے شک تم زمین کو پھاڑ نہیں سکتے... وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ﴿٣٧﴾ اور نہ پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچ سکتے ہو۔

- اِس آیت میں بڑی اہم معاشرتی ہدایت یہ دی گئی کہ انسان کسی بھی نعمت کے حصول پر نہ اترائے اور نہ ہی تکبر کرے۔ یہ تکبر ہی کی علامت ہے کہ انسان زمین پر زور سے پاؤں مارتا ہے یا گردن اکڑا کر اور سینہ تان کر چلتا ہے۔ اِس کائنات میں انسان کی حیثیت زمین کے مقابلہ میں چیونٹی سے بھی کم ہے۔ اِس کی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ وہ زور سے قدم مار کر زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور کتنا اونچا طرّہ پہن لے پہاڑ سے اوپر نہیں نکل سکتا۔
- تکبر اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ ایک حدیث کے مطابق:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ (۱)

"وہ ہر گز جنت میں داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو گا"۔

شیطان دین دار آدمی میں زہد و تقویٰ پر ناز پیدا کر کے اُسے تکبر جیسے مہلک گناہ میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ تکبر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ (۲)

" حق کو قبول نہ کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا تکبر ہے"۔

## آیت 38:

كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِندَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ﴿٣٨﴾ یہ وہ امور ہیں جن کی برائی کا پہلو تمہارے رب کو ناپسند ہے۔

لفظ مکروہ کے لغوی معنی ہیں ناپسندیدہ شے۔ فقہی معنی میں مکروہ ایسے کام کو کہا جاتا ہے جس کے حلال

(۱) صحیح مسلم، کتاب الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه... عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

(۲) صحیح مسلم، کتاب الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه... عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

ہونے میں کراہیت ہو لیکن وہ حرام نہ ہو بلکہ درمیان کے درجے میں ہو۔ اِس آیت میں یہ لفظ لغوی معنی میں آیا ہے۔ یعنی متذکرہ بالا تمام احکامات (اوامر و نواہی) پر عمل نہ کرنا تمہارے رب کو پسند نہیں۔ اللہ پر ایمان رکھنے والوں کے لیے یہی دلیل حرفِ آخر ہے کہ "یہ چیز اللہ کو ناپسند ہے"۔ اللہ سے محبت کرنے والوں اور اس کی رضا جوئی چاہنے والوں کے لیے یہ انداز بڑا اہلا دینے والا ہے۔

## آیت 39:

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ ... اے نبی ﷺ! یہ سب ہے دانائی کی باتوں میں سے جو آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کی طرف وحی کی ہیں... وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ... اور اللہ کے ساتھ اور معبود نہ بناؤ... فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ ورنہ ڈال دیے جاؤ گے جہنم میں ملامت زدہ اور دھتکارے ہوئے ہو کر۔

- اِس آیت میں فرمایا گیا کہ یہ تمام احکامات حکمت کا مظہر ہیں۔ بعض بزرگانِ دین نے حکمت سے مراد صرف حدیثِ رسول ﷺ لی ہے لیکن اِس آیت کی رُو سے قرآن میں بھی حکمت ہے۔ اگر متذکرہ بالا تمام احکامات پر عمل کیا جائے تو اِن کی حکمت آشکارا ہو گی اور معاشرے کو حقیقی معنی میں استحکام حاصل ہو گا۔
- آیت کے دوسرے حصّے میں پھر توحید کا ذکر ہے۔ یہاں توحیدِ نظری اور توحیدِ عملی، دونوں کی طرف اشارہ ہے۔ اِس آیت میں آخری لیکن بڑی اہم (Last but not the least) ہدایت یہ دی گئی کہ اللہ کے سوا کسی اور کو نہ معبود بناؤ اور نہ ہی مطلوب و مقصود، ورنہ روزِ قیامت ذلت سے دوچار ہو گے اور زبردستی جہنم میں دھکیل دیے جاؤ گے۔ شرفِ انسانیت کی معراج یہ ہے کہ انسان اِس حقیقت کو پالے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں۔ لہٰذا جس نے شرک کیا وہ شرفِ انسانی سے محروم ہو گیا اور اب اِس کی حیثیت خس و خاشاک اور کوڑے کرکٹ کی ہے جس کو دیا سلائی دکھا کر آگ لگا دی جاتی ہے۔

## آیت 40:

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ... (اے مشرکو!) کیا تمہیں پسند کر لیا تمہارے رب نے بیٹوں کے لیے... وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ ... اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنالیا... اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ کچھ شک نہیں کہ تم کہتے ہو بہت بڑی بات۔

- اِس آیت میں شرک فی الذات کا ذکر ہے یعنی مخلوقات میں سے کسی کو خدا قرار دے دینا۔ اِس کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی کو اللہ کی صلبی اولاد قرار دے دیا جائے۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے تو اللہ کی طرف بیٹے منسوب کیے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ (التوبة[9]:30)

"اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں"۔

قریش نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا۔ اپنے لیے تو وہ بیٹے پسند کرتے تھے اور بیٹی کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے تھے لیکن اللہ کی طرف اُنہوں نے بیٹیاں منسوب کر دیں۔ قرآن کریم نے بار بار اِس حوالے سے قریش پر طنز کیا ہے:

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿٥٨﴾ (النحل[16]:57-58)

"اور یہ (مشرکین) اللہ کے لیے بیٹیاں ٹھہراتے ہیں، سبحان اللہ، (اللہ کے لیے بیٹیاں!) اور خود اِن کے لیے وہ (بیٹے) جس کے یہ بڑے خواہش مند ہیں۔ اور حالانکہ جب اُن میں سے کسی کو بیٹی (کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دی جاتی ہے تو (مارے غم کے) اُس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ اندر ہی اندر گھٹتا رہتا ہے"۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿١٤٩﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿١٥٠﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٥١﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٥٢﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿١٥٣﴾ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿١٥٤﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٥﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥٦﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٥٧﴾ (الصّٰفّٰت[37]:149-157)

"تو (اے نبی ﷺ) اِن سے پوچھو کہ تمہارے رب کے لیے تو بیٹیاں ہوں اور اِن کے لیے بیٹے؟ کیا ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا تھا اور یہ دیکھ رہے تھے۔ خوب سُن لو، وہ یہ بات جھوٹ بنا کر کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ کیا (اللہ نے) بیٹوں پر بیٹیوں کو ترجیح دی؟ تمہیں کیا ہوا ہے؟ کیسے فیصلے کرتے ہو؟ کیا تم سوچتے نہیں ہو؟ یا تمہارے پاس کوئی کھلی سند ہے تو لے آؤ اپنی کتاب (بطورِ سند) اگر تم سچے ہو"۔

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿٢١﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿٢٢﴾ (النجم[53]: 21-22)

"کیا تمہارے لیے ہوں بیٹے اور اللہ کے لیے بیٹیاں؟ یہ تو بڑی ہی بے ڈھنگی تقسیم ہے"۔

- کسی کو اللہ کی اولاد قرار دینے کے عقیدے کے ساتھ کچھ اور گمراہ کن تصورات لازم و ملزوم ہیں:
  - والد اپنی اولاد کا خالق نہیں ہوتا لہذا کچھ ایسی ہستیاں بھی ہیں جو اللہ کی اولاد ہیں لہذا اللہ اُن کا خالق نہیں۔
  - انسان کا بیٹا انسان ہوتا ہے اِسی طرح اللہ کی اولاد بھی اللہ ہی کی ذات و صفات کی حامل ہوگی۔
  - اللہ کی بھی کوئی بیوی ہے اور معاذاللہ کوئی سفلی جذبات بھی ہیں جو اِس کے ہاں اولاد ہونے کا سبب بنے۔

متذکرہ بالا گمراہ کن تصورات پر اللہ کے شدید غضب کا اظہار قرآن میں بار بار ہوا۔ آیت زیرِ درس میں فرمایا گیا:

اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا

"بلاشبہ ایک بڑی بات ہے جو تم کہہ رہے ہو"۔

اِسی طرح سورۃ الکھف[18] آیات 4-5 میں وارد ہوا:

الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴿٤﴾ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآىِٕهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴿٥﴾

"جو کہتے ہیں اللہ (بھی) اولاد رکھتا ہے، اِس (دعوے) پر کوئی دلیل نہ تو اُن کے پاس ہے نہ اُن کے باپ دادوں کے پاس (تھی)۔ بڑی (ہی سخت) بات ہے جو اُن کے منہ سے نکلتی ہے۔ وہ محض جھوٹ بولتے ہیں"۔

سورۃ مریم[19] آیات 88-92 میں اِس شرک کی سخت ترین انداز میں مذمت کی گئی:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾

"اور وہ کہتے ہیں کہ رحمان نے ایک بیٹا بنا رکھا ہے۔ بڑی ہی سخت بات تم لوگ (گھڑ کر) لائے ہو! قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں (اِس بات سے) کہ لوگوں نے رحمان کے لیے بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا! رحمان کے شایانِ شان نہیں کہ وہ (کسی کو) بیٹا بنائے"۔

## درس پنجم:

### سورة الحجرات 49

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۞ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ
وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا
تَشْعُرُوْنَ ﴿۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى
تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ
جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا
فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۶﴾ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ
الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ
اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ﴿۷﴾ فَضْلًا مِّنَ
اللّٰهِ وَ نِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۸﴾ وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا
فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى
تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ
يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۹﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَ اتَّقُوا
اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ
عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا
مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ

بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا
اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ
بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲﴾ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ
اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ
لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَ
رَسُوْلَهٗ لَا یَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا
الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ
اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ
بِدِیْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ
﴿۱۶﴾ یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ
عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ غَیْبَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

## تمہیدی نکات:

1. منتخب نصاب کے حصہ سوم کا پانچواں اور آخری درس "سورۃ الحجرات" پر مشتمل ہے۔
2. اس درس کا موضوع "ملت اسلامیہ کی تاسیس و تشکیل" ہے۔ یہ سورت عام سماجی و معاشرتی معاملات سے بلند تر سطح پر سیاست و ریاست سے متعلق قومی و ملی امور سے بحث کرتی ہے۔ ان امور میں اسلامی ریاست کی بنیاد، اس کا اساسی دستور، اس کی شہریت کی بنیاد، داخلی طور پر اتحاد و اتفاق اور یک جہتی و ہم رنگی اور دوسری ریاستوں اور معاشروں سے اسلامی ریاست کا تعلق شامل ہیں۔

3. مضامین کے اعتبار سے سورۃ الحجرات ماقبل سورت یعنی سورۃ الفتح[48] کی تفسیر یا تتمہ ہے۔ سورۃ الفتح[48] کے آخری رکوع میں نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت غلبہ دین بتایا گیا ہے اور غلبہ دین کے لیے کوشش کرنے والوں کی صفات بیان ہوئی ہیں۔ غلبہ دین کے نتیجہ میں جو ریاست قائم ہوگی اِس کے خدوخال سورۃ الحجرات میں بیان کیے گئے ہیں۔ نیز اِس سورت میں غلبہ دین کے لیے کوشش یعنی جہاد فی سبیل اللہ کو ایمانِ حقیقی کا رکن لازم قرار دیا گیا ہے اور ایسا جہاد کرنے والوں کے نبی اکرم ﷺ سے **تعلق** اور اِن کے باہمی **تعلق** کو **صحیح** بنیادوں پر **مستحکم** کرنے کے لیے ہدایات دی گئی ہیں۔

4. زمانہ نزول کے اعتبار سے یہ سورت فتح مکہ کے بعد 9 ہجری میں نازل ہوئی۔ اِس وقت لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے تھے۔ ایسے لوگ نہ تو نبی اکرم ﷺ کے مقام و مرتبہ سے واقف تھے اور نہ ہی اِسلامی معاشرہ میں اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ تھے۔ ایسے لوگوں کے لیے ضروری ہدایات اِس سورہ مبارکہ میں بیان کر دی گئیں۔

5. مضامین کی تقسیم کے اعتبار سے یہ سورت تین حصوں پر مشتمل ہے:

i. آیات 1-5 اور 7-8:
اِس حصہ میں اِسلامی ریاست کی دستوری بنیادوں کی وضاحت کی گئی ہے۔

ii. آیت 6 اور آیات 9-12:
اِس حصہ میں ملت اِسلامیہ کی شیرازہ بندی کے لیے احکامات دیے گئے ہیں۔

iii. آیات 13-18:
اِس حصہ میں اِسلامی ریاست میں **شہریت** کی بنیاد، اِسلامی معاشرہ کا دوسرے معاشروں سے **تعلق** اور ایمانِ حقیقی کے ارکان کے بارے میں ہدایات دی گئی ہیں۔

## آیات پر غور و فکر

### آیت 1:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ... اے مومنو! ... لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ... کسی معاملے کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھاؤ ... وَاتَّقُوا اللّٰهَ ... اور اللہ کی نافرمانی سے بچو

... اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

- اِس آیت میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ جس طرح انفرادی زندگی کے ہر معاملہ میں ایک مسلمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کا پابند ہے اِسی طرح ایک مسلمان معاشرہ اور اِسلامی ریاست بھی مادر پدر آزاد نہیں بلکہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی پابند ہے۔
- اِس آیت کی رُو سے اِسلامی ریاست کے دستور کی پہلی دفعہ ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (یوسف[12]:40)

"حاکمیت صرف اللہ کی ہے"۔

البتہ اللہ کی اطاعت رسول ﷺ کی اطاعت ہی کے ذریعہ ہوتی ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء[4]:80)

"جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو اُس نے اللہ ہی کی اطاعت کی"۔

لہذا قرآن و سنت کی پیروی اِسلامی ریاست کے دستور کی اہم ترین اساس ہے۔ اِس حقیقت کی بہترین ترجمانی پاکستان کے دستور میں قراردادِ مقاصد کی صورت میں موجود ہے کہ:

*"No legislation will be done repugnant to the Qurn and the Sunnah."*

" کوئی قانون سازی ایسی نہ ہو گی جو قرآن و سنت سے متصادم ہو"۔

اِن الفاظ کے ذریعے یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ "ہر شے اِسلام میں حلال ہے جب تک اُس کا حرام ہونا قرآن و سنت سے ثابت نہ کر دیا جائے"۔ اِسلام کی یہ ترجمانی درست نہیں ہے کہ "اِسلام میں ہر شے حرام ہے جب تک اُس کا حلال ہونا قرآن و سنت سے ثابت نہ کیا جائے"۔

- البتہ اُمورِ ریاست چلانے کے لیے ایک محدود آزادی بندوں کو دی گئی ہے جس کی عمدہ وضاحت اِس حدیث میں ہے:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِ وَمَثَلُ الْإِيْمَانِ كَمَثَلِ الْفَرَسِ فِي اٰخِيَّتِهٖ (1)

"مومن اور ایمان کی مثال اُس گھوڑے کی سی ہے جو اک کھونٹے سے بندھا ہوا ہے"۔

---

(1) مسند احمد، کتاب بَاقِی مُسْنَدِ الْمُكْثِرِينَ، باب مُسْنَدُ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ

جس طرح گھوڑا اپنی رسی کی لمبائی کے برابر نصف قطر کے دائرے میں حرکت کر سکتا ہے، اِسی طرح ہم بھی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی طے کردہ حدود کے دائرے میں اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (الشوریٰ[42] 38:) کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اپنے معاملات باہمی مشورے سے طے کر سکتے ہیں۔

- سورۃ الحجرات کی اِس آیت پر عمل کے لیے ہمیں سورۃ النساء[4] کی آیت 59 بھی مد نظر رکھنی ہو گی جس میں فرمایا گیا "اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اپنے میں سے اولوالامر یعنی صاحبانِ اختیار کی"۔ البتہ اولوالامر سے اختلاف کی صورت میں قرآن و سنت سے رہنمائی کے حصول کا حکم دیا گیا ہے۔ انسانی تمدن کے ابتدائی دور میں اولوالامر کا مقام شیخ قبیلہ یا بادشاہ کو حاصل ہوتا تھا۔ نزولِ قرآن کے وقت تمدن ترقی کر کے ریاست کی سطح پر پہنچ گیا اور قرآن نے واضح کر دیا کہ اب خلافت شخصی نہیں بلکہ عوامی ہو گی:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ (النور[24] 55:)

"اللہ نے وعدہ کیا تم میں سے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے عمل کیے انہیں لازماً زمین میں خلافت دے گا"۔

عوامی خلافت کا تقاضا ہے کہ اب اولوالامر، عوام کے منتخب نمائندوں پر مشتمل شوریٰ یا پارلیمنٹ ہو گی جو اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کے مطابق باہمی مشاورت سے قرآن و سنت کی روشنی میں قانون سازی کا عمل انجام دے گی۔ اِس کی ایک مجوزہ صورت یہ ہو سکتی ہے:

1. پارلیمنٹ یا شوریٰ کا رکن منتخب ہونے کے لیے مسلمان ہونا اور ایک خاص علمی و اخلاقی معیار کا حامل ہونا لازم ہو گا۔
2. منتخب پارلیمنٹ یا شوریٰ قانون سازی کرے گی لیکن اِس بات کو سامنے رکھتے ہوئے کہ یہ قرآن و سنت سے متصادم نہ ہو۔
3. اگر ریاست کا کوئی فرد سمجھتا ہے کہ پارلیمنٹ یا شوریٰ کا بنایا ہوا قانون قرآن و سنت سے متصادم ہے تو وہ عدالت سے رجوع کرے گا۔ عدالت علماء اور ماہرین کی آراء سے اِستفادہ

کر کے فیصلہ کرے گی کہ آیا قانون سازی میں قرآن و سنت کی خلاف ورزی ہوئی کہ نہیں۔ اگر ایسا ہوا ہے تو عدالت قانون کو کالعدم قرار دے کر پارلیمنٹ یا شوریٰ کو نیا قانون بنانے کا حکم دے گی۔

- آیت کے دوسرے حصے میں تقویٰ کی تلقین کی گئی ہے۔ تقویٰ ہی اطاعت کی روح ہے اور اِس کے بغیر شریعت کے بڑے بڑے احکامات کو انسان حیلہ سازی کے ذریعہ کھیل بنالیتا ہے۔ اِس سورت میں چوں کہ کئی احکاماتِ شریعت بیان کیے گئے ہیں لہذا تین بار تقویٰ کا حکم آیا ہے۔
- آیت کے آخر میں فرمایا "اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے"۔ اللہ بذاتِ خود انسان کی ہر بات کو سنتا ہے اور اِس کے ہر عمل کے ظاہر و باطن سے واقف ہے۔ اِن الفاظ میں اہلِ تقویٰ کے لیے سامانِ تسکین اور قرآن و سنت سے روگردانی کرنے والوں کے لیے دھمکی ہے۔

## آیات 2-5:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ... اے مومنو! ... لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ... اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کرو ... وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ ... اور اُن کے رُوبرو زور سے نہ بولا کرو ... كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ ... جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو ... اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ ... ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں ... وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ... جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں ... اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ... یہ ہیں وہ جن کے دل اللہ نے تقویٰ کے لیے آزما لیے ہیں ... لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ اُن کے لیے بخشش اور اجرِ عظیم ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ ... جو لوگ اے نبی ﷺ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ... اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ اُن میں اکثر نا سمجھ ہیں۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا ... اور اگر وہ صبر کیے رہتے ... حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ ... یہاں تک کہ آپ ﷺ خود نکل کر اُن کے پاس آتے ... لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ... تو یہ اُن کے لیے بہتر ہوتا ... وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

- اِن آیات میں اِسلامی ریاست کے دستور کی دوسری بنیاد کا ذکر کیا گیا ہے پہلی بنیاد دستوری و قانونی ہے جبکہ دوسری بنیاد جذباتی و ثقافتی ہے۔ ہر قوم اپنی شیرازہ بندی کے لیے کسی شخصیت کو قومی ہیرو کا درجہ دینے کی ضرورت محسوس کرتی ہے۔ اِس ہیرو کے اقوال، تصاویر اور مجسمے نمایاں کرنے کے لیے زرِ کثیر صرف کیا جاتا ہے۔ اِس ہیرو سے محبت، اُس کے فرامین کی پیروی اور اُس کے لباس کی تقلید پوری قوم کے لیے وحدت کی اَساس ثابت ہوتی ہے۔ لیکن مسلمانوں کو ایسے کسی ہیرو کو تراشنے کی ضرورت نہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ پوری ملت اِسلامیہ کے لیے وہ مرکزی شخصیت اور قابل اتباع ہستی ہے جو ہر علاقہ اور ہر دور کے لیے رہبر اور نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی اِتباع سے مختلف قوموں سے تعلق رکھنے والوں میں ایک ملی یکجہتی بھی پیدا ہوتی ہے اور ثقافتی تسلسل بھی برقرار رہتا ہے۔ عالمگیر سطح پر اتحاد و اتفاق کے لیے یہ انتہائی اہم بنیاد ہے۔
- ملت اِسلامیہ کے لیے نبی اکرم ﷺ کے خصوصی مقام و مرتبہ کو واضح کرنے کے لیے آیت 2 میں فرمایا گیا "اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو (یعنی اُن کے فرمان پر اپنی رائے کو فوقیت نہ دو) اور اُن ﷺ کے سامنے اِس طرح اونچی آواز میں گفتگو نہ کرو جس طرح آپس میں کرتے ہو ورنہ تمہارے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو گی"۔ اِس آیت میں بیان شدہ وعید کے خوف سے صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کی محفل میں سر جھکا کر ادب سے بیٹھتے تھے اور آپ ﷺ کی رائے آنے سے پہلے اپنی رائے پیش نہ کرتے تھے۔ اگر نبی ﷺ کوئی سوال کرتے تو پہلا جواب یہ ہوتا کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ اِس آیت میں بیان شدہ وعید کے ازالہ کے لیے اگلی آیت میں اظہار شفقت کے طور پر اِیسے لوگوں کے دلوں میں تقوٰی کی موجودگی کی تصدیق کی گئی جو نبی اکرم ﷺ کی توقیر و تعظیم کرتے ہیں اور انہیں بخشش اور اجرِ عظیم کی بشارت دی گئی۔
- ہمارے لیے اِس آیت پر عمل کی صورت یہ ہے کہ اگر کسی موضوع پر بحث کے دوران کسی موقف کے حق میں دلیل کے طور پر حدیثِ نبوی ﷺ بیان کر دی جائے تو ہمیں فوری طور پر اُس موقف کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ البتہ اُس حدیث کی سند اور صحیح مفہوم کے اعتبار سے اگر شک ہو تو بعد ازاں تحقیق کی جا سکتی ہے۔

- نبی اکرم ﷺ کی توقیر و تعظیم کے حوالے سے محض ظاہری آداب کا پاس نہ کرنے پر اعمال ضائع ہونے کا اندیشہ ہے تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نبی ﷺ کی حکم عدولی اور نافرمانی پر کتنا عظیم خسارہ ہو گا۔

يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْأَرْضُ ۗ وَلَا يَكْتُمُونَ اللّٰهَ حَدِيثًا ﴿٤٢﴾ (النساء 4:42)

"اُس روز کافر اور پیغمبر کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش اُن کو زمین میں دفن کر کے مٹی برابر کر دی جاتی اور اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے"۔

- آیات 4-5 میں نبی اکرم ﷺ کی توقیر و تعظیم کے حوالے سے ایک کوتاہی کا ذکر ہے۔ بعض نو مسلم کہیں دور سے مدینہ آئے اور اُنہوں نے نبی ﷺ کے حجروں کے باہر سے آپ ﷺ کو پکارنا شروع کر دیا "یَا مُحَمَّدُ! اُخْرُجْ عَلَیْنَا" (اے محمد ﷺ! ہماری طرف باہر آیئے)۔ اِس عمل پر متوجہ کیا گیا کہ تمام مسلمانوں کو نبی اکرم ﷺ کی ذاتی مشغولیت (Privacy) اور آرام کا خیال رکھنا چاہیے اور بجائے باہر سے آوازیں دینے کے، اُن کی باہر آمد کا انتظار کرنا چاہیے۔ چوں کہ اُن نو مسلموں سے یہ کوتاہی لاعلمی میں سرزد ہوئی تھی لہٰذا اللہ کی غفور اور رحیم کی صفات بیان کر کے اُنہیں بخشش کی خوشخبری دی گئی۔

- اِنسان میں عقل بھی ہے اور جذبات بھی۔ حرکت کے لیے جذبات کو بھی Appeal کرنا پڑتا ہے اور اِسی اعتبار سے اِن آیات میں نبی اکرم ﷺ کی توقیر و تعظیم کے حوالے سے دستور کی جذباتی بنیاد کا بیان بہت اہم ہے۔ جوں جوں دنیا بھر کے مسلمان نبی اکرم ﷺ کو مرکزِ عقیدت، مرکزِ اطاعت اور مرکزِ اِتباع مانتے ہوئے آپ ﷺ کے قریب ہوں گے، ویسے ویسے اُن میں باہمی اخوت، اتحاد اور یک جہتی کا عمل بھی بڑھتا جائے گا۔ اگر ہم وہی چیز پسند کریں جو آپ ﷺ کو پسند تھی، اُس چیز سے نفرت کریں جس کو آپ ﷺ ناپسند فرماتے تھے، روز مرہ کے معمولات اور لباس میں آپ ﷺ کی پیروی کریں اور آپ ﷺ کے ہر فرمان کو ادب سے تسلیم کرلیں تو ہماری باہمی محبتیں بھی بہت مضبوط ہو سکتی ہیں۔

## آیت 6:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا . . . اے مومنو! . . . اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ . . . اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے . . . فَتَبَيَّنُوْٓا . . . تو خوب تحقیق کر لیا کرو . . . اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ . . . ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچادو . . . فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ پھر تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔

- اِس آیت میں فرمایا گیا کہ مسلمانوں کو کسی خبر کے حوالے سے کوئی فیصلہ کرنے سے قبل اُس خبر کی صداقت کی تحقیق کر لینی چاہیے۔ مضمون کے اعتبار سے اِس آیت کا تعلق سورت کے پہلے حصے سے بھی ہے اور دوسرے حصے سے بھی۔ اِس خصوصیت کی حامل آیات برزخی آیات کہلاتی ہیں۔
- اِس آیت کا سورت کے پہلے حصے کے مضامین سے تعلق یہ ہے کہ چوں کہ اِسلامی ریاست کے دستور میں نبی اکرم ﷺ کے فرامین کو ایک بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔ ایسا ممکن ہے کہ کوئی نبی ﷺ سے جھوٹی حدیث منسوب کر کے اِسلامی ریاست کے دستور میں کجی پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ لہذا حکم دیا گیا کہ نبی ﷺ سے منسوب حدیث کے بارے میں پوری تحقیق کرو کہ حدیث بیان کرنے والے کا کردار کیسا ہے؟ اور آیا وہ حدیث سند اور مضمون کے اعتبار سے صحیح ہے یا نہیں؟ اِسی حکم کی بنیاد پر محدثین نے:

1. اُن ہزاروں اشخاص کی زندگیوں کا جائزہ لیا جن کے نام احادیث کے راویوں کی فہرست میں آتے ہیں اور اِس سے اَسماء الرجال کے عنوان سے ایک بہت بڑا علم اور فن وجود میں آیا۔
2. سند و مضمون کے اعتبار سے احادیث کی جانچ پڑتال کی اور اُن کی صحت کے حوالے سے درجہ بندی کی۔

- اِس آیت میں دی گئی ہدایت کا سورت کے دوسرے حصہ کے مضمون یعنی ملتِ اِسلامیہ کی شیرازہ بندی سے تعلق یہ ہے کہ افواہوں اور سوئے ظن کا سدباب کیا جائے۔ کسی اطلاع پر یقین کر کے رائے قائم کرنے سے قبل تحقیق کر لی جائے کہ وہ اطلاع درست ہے یا نہیں۔ بعض اوقات جھوٹی اطلاعات اور افواہوں سے بڑے فتنے پیدا ہو جاتے ہیں، حادثات جنم لیتے ہیں اور

اِیسے غلط اقدامات کر لیے جاتے ہیں کہ بعد میں پچھتانا پڑتا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (1)

"ایک شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اُسے (بلا تحقیق) آگے بیان کردے"۔

اِس آیت میں خبر کے لیے لفظ آیا ہے "نَبَاء" جس کے معنی ہیں اہم خبر۔ گویا اگر خبر معمولی نوعیت کی ہے تو یقین کیا جاسکتا ہے۔ اِسی طرح اگر خبر دینے والا فاسق نہیں اور اُس کا کردار شک و شبہ سے بالاتر ہے تو بھی تحقیق کی ضرورت نہیں۔

## آیات 7-8:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ ... اور جان رکھو کہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول ﷺ ہیں... لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ ... اگر بہت سی باتوں میں وہ تمہارا کہا مان لیا کریں... لَعَنِتُّمْ ... تو تم مشکل میں پڑ جاؤ... وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ ... لیکن اللہ نے تمہارے لیے ایمان کو عزیز کردیا... وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ... اور اُسے تمہارے دِلوں میں مزین کردیا... وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ ... اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کردیا... اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۙ۝ یہ لوگ راہِ ہدایت پر ہیں۔ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ ... یہ اللہ کے فضل اور نعمت سے ہے... وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

- اِن آیات کا تعلق سورت کے پہلے حصے یعنی اِسلامی ریاست کی دستوری بنیادوں سے ہے۔ آیت 7 میں ایک بار پھر رسول اللہ ﷺ کے مقام و مرتبہ کا احترام کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یہاں خاص طور پر رُوئے سخن اُن صحابہ و صحابیات کی طرف ہے جن کا نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کوئی قرابت داری کا تعلق تھا۔ اِن سے فرمایا گیا کہ اگرچہ نبی اکرم ﷺ تم میں سے کسی کے داماد، کسی کے بھتیجے، کسی کے خسر، کسی کے شوہر اور کسی کے والد بھی ہیں لیکن اُن سے تمہاری اصل نسبت رسول اور امتی کی ہے۔ لہٰذا اُن سے معاملہ کرتے ہوئے یاد رکھو کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اُن کی رہنمائی براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ ہر معاملہ میں

---

(1) صحیح مسلم، مُقَدِّمَةٌ، باب النَّهْيِ عَنِ الْحَدِيثِ بِكُلِّ مَا سَمِعَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ

پہلے اُن کی مرضی و منشاء کو دیکھو اور پھر اگر وہ اجازت دیں تو اپنی رائے پیش کرو۔ کسی بھی صورت میں اپنی رائے کو اُن کی رائے پر فوقیت دے کر اپنی بات منوانے کی کوشش نہ کرو ورنہ تمہیں لازماً نقصان کا سامنا ہوگا۔

- آیت 7 کے دوسرے حصے میں صحابہ کرام کو صاحبِ ایمان، صاحبِ کردار اور صاحبِ ہدایت ہونے کی سند عطا کی گئی ہے۔ فرمایا گیا کہ صحابہ کرام کا باطن اِس قدر پاکیزہ اور نورِ ایمان سے اِس طرح جگمگا رہا ہے کہ اُنہیں کفر، نافرمانی اور گناہوں کے تصور سے بھی نفرت ہے۔ ایسے ہی مخلص ساتھیوں کی رفاقت اور جان نثاری کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کی انقلابی جدوجہد کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ آیت کے اِس حصے سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ایمانِ حقیقی کا تعلق قلب سے ہے اور اِس کے ساتھ عملِ صالح کا ہونا لازم ہے۔ نہ صرف کفر بلکہ نافرمانی اور گناہ بھی ایمان کی ضد ہیں۔ اِسی لیے گناہوں سے توبہ کرنے کے بعد اپنے ایمان کی تجدید بھی ضروری ہوتی ہے:

اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمۡ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ۝ (الفرقان 25:70)

"مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے"۔

- آیت 8 میں ایمان کی محبت اور کفر و نافرمانی سے نفرت کو اللہ کا وہ فضل قرار دیا گیا جو اللہ اپنے علم و حکمت کی بنیاد پر جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اللہ یہ فضل ہمیں بھی عطا فرمائے:

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِيْ قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ! آمین

## آیات 9-10:

وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا ... اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں ... فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا ۚ ... تو اُن میں صلح کرا دو ... فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰٮهُمَا عَلَى الۡاُخۡرٰى ... اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے ... فَقَاتِلُوا الَّتِىۡ تَبۡغِىۡ ... تو زیادتی کرنے والے سے لڑو ... حَتّٰى تَفِىۡٓءَ اِلٰٓى اَمۡرِ اللّٰهِ ۚ ... یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے ... فَاِنۡ فَآءَتۡ ... پس جب وہ لوٹ آئے ... فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا بِالۡعَدۡلِ ... تو دونوں

فریقوں میں عدل کے ساتھ صلح کرادو۔۔۔ وَاَقْسِطُوْا ۔۔۔ اور عدل سے کام لو۔۔۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ بے شک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ۔۔۔ مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔۔۔ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۔۔۔ تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادیا کرو۔۔۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔۔۔ اور اللہ کی نافرمانی سے بچو۔۔۔ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔

- امتِ مسلمہ کی شیرازہ بندی کے لیے پہلا حکم آیت 6 میں دیا گیا کہ افواہوں کی بنیاد پر کوئی فیصلہ یا اقدام نہ کیا جائے۔ اب اِس سلسلہ میں آیت 9 میں مزید ہدایات دی جارہی ہیں۔ اگر باوجود تمام پیش بندیوں کے اہلِ ایمان کے دو گروہ باہم لڑ پڑیں تو دیگر مسلمانوں کو چاہیے کہ:

1. اِس صورتِ حال پر انتہائی دکھ اور کرب محسوس کریں اور اِسے ملتِ اِسلامیہ کے اتحاد میں ایک رخنہ تصور کریں۔ لہٰذا لاتعلق ہو کر بیٹھنے کے بجائے متحارب گروہوں میں صلح کروانے کی کوشش کریں۔
2. اگر کوئی فریق صلح پر آمادہ نہ ہو، یا صلح کے لیے ناجائز شرائط پیش کرے، یا صلح کی خلاف ورزی کرے، تو اِسے سماجی دباؤ کے ذریعہ عادلانہ صلح پر آمادہ کیا جائے۔ سماجی دباؤ میں اِس کی ہٹ دھرمی کی علی الاعلان مذمت، اِس کا بائیکاٹ اور انتہائی درجہ میں اِس کے خلاف جنگ کرنا بھی شامل ہے۔
3. جب دونوں فریق صلح پر آمادہ ہو جائیں تو اِن کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادی جائے۔ اَقْسِطُوْا کے حکم میں تاکید ہے کہ صلح کے مبنی بر عدل ہونے کا خاص خیال رکھا جائے اور خاص طور پر اِس فریق پر زیادتی نہ کی جائے جسے زبردستی صلح پر آمادہ کیا گیا ہے۔

- آیت 10 میں فرمایا گیا کہ تمام اہلِ ایمان بھائی بھائی ہیں۔ کوئی سلیم الفطرت آدمی پسند نہیں کرتا کہ دو بھائیوں کے درمیان اختلافات رہیں۔ لہٰذا صلح کی بھرپور کوشش کی جائے۔ اگر ایک بھائی ظلم کررہا ہے تو اُس پر ہر ممکنہ دباؤ ڈال کر اُسے ظلم سے روکا جائے۔ اگر ہم بھائیوں کے درمیان تنازعات ختم کروا کر اُن پر مہربانی کریں گے تو اللہ بھی ہمیں اپنے رحم و کرم سے نوازے گا۔

اِس آیت میں مسلمانوں کی جس باہمی اخوت کا ذکر کیا گیا ہے، اِس کی مزید وضاحت مندرجہ ذیل احادیث میں بیان کی گئی ہے:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَ شَبَّكَ أَصَابِعَهُ (۱)

"مومن ایک دوسرے کے لیے عمارت کی مانند ہیں جس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت دیتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا (کہ مسلمانوں کو ایسے ہونا چاہیے)"۔

اَلْمُسْلِمُونَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ إِنِ اشْتَكَى عَيْنُهُ اشْتَكَى كُلُّهُ وَإِنِ اشْتَكَى رَأْسُهُ اشْتَكَى كُلُّهُ (۲)

"تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں۔ اگر اُس کی آنکھ دُکھے تو اِس کا سارا جسم درد محسوس کرتا ہے اور اِسی طرح اگر اُس کے سر میں تکلیف ہو تو بھی سارا جسم تکلیف میں شریک ہوتا ہے"۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ (۳)

"قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کوئی بندہ سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی نہ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے"۔

الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۴)

"مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اُس پر ظلم کرتا ہے، نہ اُسے دشمن کے حوالے کرتا ہے، جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگ جاتا ہے، اللہ اُس کی حاجت روائی اپنے ذمہ لے

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصَّلَاۃِ، باب تَشْبِیكِ الْأَصَابِعِ فِي الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ، صحیح مسلم، کتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، باب تَرَاحُمِ الْمُؤْمِنِينَ وَتَعَاطُفِهِمْ وَتَعَاضُدِهِمْ ...عَنْ أَبِي مُوسَى رضی اللہ عنہ

(۲) صحیح مسلم، کتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، باب تَرَاحُمِ الْمُؤْمِنِينَ وَتَعَاطُفِهِمْ وَتَعَاضُدِهِمْ ...عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رضی اللہ عنہ

(۳) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب مِنَ الْإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ، وَ صحیح مسلم، کتاب الْإِيمَانِ، باب الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مِنْ خِصَالِ الْإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ ...عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ

(۴) صحیح البخاری، کتاب الْمَظَالِمِ وَالْغَصْبِ، باب لَا يَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ وَلَا يُسْلِمُهُ، وَ صحیح مسلم، کتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، باب تَحْرِيمِ الظُّلْمِ ...عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ

لیتا ہے، جو کسی مسلمان کی تکلیف کو دور کرتا ہے، اللہ قیامت کے دن اُس کی تکلیف دور کردے گا، جو کسی بھائی کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ روزِ قیامت اُس کی پردہ پوشی کرے گا"۔

لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ. التَّقْوَى هَاهُنَا وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ (۱)

"آپس میں حسد نہ کرو، ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لیے بولی نہ بڑھاؤ، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے بے رُخی نہ اختیار کرو، تم میں سے ایک بھائی دوسرے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے، اے اللہ کے بندو سب بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اُس پر ظلم کرتا ہے، نہ اُسے مصیبت میں چھوڑتا ہے، نہ اُس سے جھوٹ بولتا ہے، نہ اُس کی توہین کرتا ہے، (پھر اپنے سینہ مبارک کی طرف تین بار اشارہ کرکے فرمایا) تقویٰ یہاں ہوتا ہے (یعنی دل میں)، کسی شخص کے برا ہونے کے لیے یہ ہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے اور ہر مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت محترم ہے"۔

حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ (۲)

"ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ جانا، اُس کی دعوت قبول کرنا، چھینک آنے پر "يَرْحَمُكَ اللهُ" کہہ کر اُس کے لیے دعائے رحمت کرنا"۔

(۱) صحیح مسلم، کتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، باب تَحْرِيمِ ظُلْمِ الْمُسْلِمِ وَخَذْلِهِ وَاحْتِقَارِهِ وَدَمِهِ وَعِرْضِهِ وَمَالِهِ ...عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ

(۲) صحیح البخاری، کتاب الْجَنَائِزِ، باب الْأَمْرِ بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَ صحیح مسلم، کتاب السَّلَامِ، باب مِنْ حَقِّ الْمُسْلِمِ لِلْمُسْلِمِ رَدُّ السَّلَامِ ...عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ

## آیات 11-12:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ... اے مومنو! ... لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ ... مرد مذاق نہ اڑائیں مردوں کا ... عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ ... ممکن ہے کہ وہ اُن (مذاق اڑانے والوں) سے بہتر ہوں ... وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ ... اور نہ عورتیں مذاق اڑائیں عورتوں کا ... عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ... ممکن ہے کہ وہ اُن (مذاق اڑانے والیوں) سے بہتر ہوں ... وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ... اور اپنے مسلمان بھائی کو طعنہ نہ دو ... وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ... اور نہ ایک دوسرے کا بُرا نام رکھو ... بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ... ایمان لانے کے بعد بُرا نام رکھنا برا عمل ہے ... وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ ... اور جو توبہ نہ کریں ... فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ پس وہی تو ظالم ہیں۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ... اے مومنو! ... اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ... بہت گمان کرنے سے بچو ... اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ... بے شک بعض گمان گناہ ہیں ... وَّلَا تَجَسَّسُوْا ... اور کسی کے بارے میں تجسس نہ کرو ... وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ... اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے ... اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ ... کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا ... اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا ... کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ ... فَكَرِهْتُمُوْهُ ... تو یہ تو تمہیں بہت برا لگا ... وَاتَّقُوا اللّٰهَ ... اور اللہ کی نافرمانی سے بچو ... اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

- اِن آیات میں اُن مجلسی برائیوں سے روکا گیا ہے جن کی وجہ سے دو افراد یا گروہوں میں محبت و الفت کمزور پڑ جاتی ہے، نفرت و عداوت کا آغاز ہوتا ہے اور بعض اوقات دشمنی ایسی شدت اختیار کرتی ہے کہ فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔
- آیت 11 میں تین ایسی مجلسی برائیوں سے منع کیا گیا جو آمنے سامنے کی جاتی ہیں اور ہر اعتبار سے شر ہیں۔ آیت 12 میں ایسی تین برائیوں سے روکا گیا ہے جو کسی کی عدم موجودگی میں کی جاتی ہیں۔ البتہ اُن میں نقصان اور شر کے پہلو کے ساتھ ساتھ بعض اوقات خیر کا پہلو بھی ہو سکتا ہے۔
- آیت 11 میں حسبِ ذیل تین برائیوں کی ممانعت ہے:

### 1. کسی کا مذاق اڑانا:

مذاق کسی کی صورت، عیب، لباس یا کام کا اڑایا جاتا ہے۔ مذاق گفتگو سے، ہنس کر، نقل اتار کر، کسی کی طرف اشارہ کر کے اور کسی کے عیب کی طرف دوسروں کو متوجہ کر کے اڑایا جاتا ہے۔ یہ گھٹیا حرکت اُس وقت کی جاتی ہے جب کسی کو رنگ، نسل، جسمانی عیب، گفتگو، لباس، پیشے وغیرہ کی وجہ سے کم تر سمجھا جاتا ہے۔ کہاوت ہے کہ "تلواروں کے زخم مندمل ہو جاتے ہیں لیکن زبان کے زخم مندمل نہیں ہوتے"۔ مذاق اڑانا بعض اوقات کسی کے دل پر ایسا کاری زخم لگاتا ہے جو مدتوں مندمل نہیں ہوتا۔ مذاق اڑانے والا کسی کے ظاہر کو دیکھ کر ایسا کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ انسان کے باطن پر ہوتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا اِرشاد ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ (1)

"بے شک اللہ نہ تمہاری صورتیں دیکھتا ہے نہ مال، البتہ وہ تمہارے دل دیکھتا ہے اور اعمال"۔

ممکن ہے جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ اپنی کسی نیکی کی وجہ سے اللہ کو مذاق اڑانے والے سے زیادہ محبوب ہو یا اگر آج برا ہے تو کل کوئی ایسا عمل کرے کہ اللہ کی نگاہ میں افضل قرار پائے۔

عام طور پر قرآنِ حکیم میں مخاطب مرد ہوتے ہیں لیکن دیے جانے والے احکامات کا اطلاق خواتین پر بھی ہوتا ہے۔ اِس آیت میں خواتین کو علیحدہ سے مذاق اڑانے سے روکا گیا کیوں کہ یہ برائی خواتین میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔ خواتین کا دائرہ کار گھر تک محدود ہوتا ہے اور اِس چھوٹی دنیا میں سطحی باتوں پر توجہ زیادہ ہوتی ہے، لہٰذا اِن باتوں پر تنقید کا معاملہ بھی بڑھ جاتا ہے۔

(1) صحیح مسلم، کتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، باب تَحْرِيمِ ظُلْمِ الْمُسْلِمِ وَخَذْلِهِ وَاحْتِقَارِهِ وَدَمِهِ وَعِرْضِهِ وَمَالِهِ ...عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ

اِس آیت سے یہ مفہوم لینا درست نہیں کہ مرد، مردوں کا مذاق نہ اڑائیں البتہ عورتوں کا مذاق اڑا سکتے ہیں یا خواتین، خواتین کا مذاق نہ اڑائیں لیکن مردوں کا مذاق اڑا سکتی ہیں۔ ہمارے دین میں اِس کی اجازت ہی نہیں کہ عورتیں اور مرد مخلوط محافل میں شریک ہو کر ایک دوسرے سے بے تکلف ہوں اور نوبت ہنسی مذاق تک جا پہنچے۔

2. کسی کو طعنے دے کر یا اُس پر الزام لگا کر اُسے شرمندہ کرنا:

اِس آیت میں فرمایا گیا کہ اپنوں کو طعنہ نہ دو یعنی تمام مسلمان آپس میں بھائی اور ملتِ واحدہ ہیں لہذا کسی مسلمان کو طعنہ دینا در حقیقت اپنی ہی ملت کو داغدار کرنا ہے۔

3. کسی شخص یا گروہ کا ایسا نام رکھنا جو اُسے ناگوار محسوس ہوتا ہو:

یہ انتہائی بزدلانہ اور گھٹیا حرکت ہے اور ایمان کے دعویدار انسان کو ہر گز زیب نہیں دیتی۔ ایمان تو وہ جذبۂ محرکہ ہے جو انسان کی سوچ اور کردار کو اعلیٰ صفات کا حامل بننے کی طرف گامزن کرتا ہے۔

آیت کے آخر میں وعید سنا دی گئی کہ جو لوگ اِن برائیوں سے باز نہیں آتے اُن کا شمار اللہ کے ہاں ظالموں میں ہو گا۔

- آیت 12 میں حسبِ ذیل تین برائیوں سے روکا گیا:

1. سوئے ظن یعنی بدگمان کرنا:

انسان کی رائے محض گمان پر نہیں بلکہ ٹھوس حقائق کی بنیاد پر ہونی چاہیے۔ کسی شخص کے ساتھ معاملے کا آغاز حسن ظن سے کرنا چاہیے۔ سوئے ظن بعض اوقات پے در پے غلط فہمیوں کا سبب بن جاتا ہے اور انسان سے افسوسناک اقدامات کروا دیتا ہے۔ البتہ بعض معاملات میں سوئے ظن کے جواز کی صورت بنتی ہے:

i. کسی شخص یا گروہ کے معاملات، کردار اور سرگرمیوں میں ناپسندیدہ علامات اتنی واضح ہوں کہ حسنِ ظن کا امکان ہی نہ رہے۔

ii. ایسے معاملات جن کا براہ راست علم نہ ہو لیکن اِن کا فیصلہ کرنا ضروری ہو۔ اب یہ فیصلہ بالواسطہ علم اور شہادتوں کی بنیاد پر گمانِ غالب کے ساتھ کیا جائے گا۔ مثلاً کسی جج کا کسی شخص کو جرم کا مرتکب قرار دے کر سزا دینا۔

### 2. تجسس کرنا یعنی کسی کی ٹوہ میں لگنا:

عام طور پر کسی کے ساتھ حسد، بغض، دشمنی یا دنیوی معاملات میں مسابقت کی وجہ سے، اُس کے نجی و ذاتی معاملات کو جاننے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ اُس کو بدنام کیا جائے یا نقصان پہنچایا جائے۔ بعض لوگ بلاوجہ پڑوسیوں، قرابت داروں یا کسی بھی شخص کے معاملات میں دخل اندازی کے لیے اِس حرکت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ بعض اوقات کسی کو بلیک میل کرنے کے لیے اُس کے ذاتی معاملات کی کھوج کرید کی جاتی ہے اور پھر اِس کی تشہیر کی جاتی ہے یا اِسکینڈل کھڑا کیا جاتا ہے۔ اِس برائی سے مسلمانوں کو روکا گیا کیوں کہ یہ آپس میں شدید نفرتوں کا باعث بنتی ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَإِنَّهٗ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يَفْضَحْهُ فِيْ بَيْتِهٖ (۱)

"مسلمانوں کے پوشیدہ حالات کی کھوج نہ لگایا کرو۔ جو شخص مسلمانوں کے عیوب ڈھونڈنے کے درپے ہو جائے گا اللہ اُس کے درپے ہو جائے گا اور اللہ جس کے درپے ہو جائے اُسے اُس کے گھر میں رُسوا کر کے چھوڑتا ہے"۔

البتہ بعض صورتوں میں تجسّس کی اجازت ہے:

i. کسی بھائی کی مدد کرنے کی نیت سے اُس کے حالات جاننے کی کوشش کرنا۔

ii. رعایا کے مسائل حل کرنے کے لیے اُن کی مشکلات جاننے کی کوشش کرنا۔

iii. کسی شخص کے متعلق شبہ ہو جائے کہ اُس کی سرگرمیاں دوسروں کے جان و مال اور عزت و آبرو کے لیے یا ملک کی سالمیت و سلامتی کے لیے خطرہ ہیں تو اُس کے متعلق کھوج کرید کرنا اور اُن سرگرمیوں کی اطلاع حکومت کو دینا۔ حکومت بذاتِ خود بھی ایسے مشتبہ افراد کی سرگرمیوں کی نگرانی کر سکتی ہے۔ اگر کسی شخص میں کوئی ذاتی برائی ہے تو اُس کی پردہ پوشی کرنی چاہیے۔ لیکن اگر یہ برائی متعدی ہے تو پھر اُس کی بذات خود یا کسی بااختیار شخصیت یا ادارے کے ذریعہ اصلاح کی کوشش کرنا ضروری ہے۔

---

(۱) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الغيبة ...عَنِ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ رضی اللہ عنہ

### 3. غیبت کرنا یعنی کسی کی غیر موجودگی میں اُس کی برائی کرنا:

اگر یہ برائی فی الواقع اُس شخص میں موجود ہے تو اِس کا بیان کرنا غیبت ہے ورنہ بہتان ہے۔ ایک چونکا دینے والی تمثیل کے ذریعے واضح کیا گیا کہ غیبت کا گناہ اتنا ہی برا ہے جیسے ایک مردہ بھائی کا گوشت نوچ نوچ کر کھانا جو اپنے دفاع پر قادر نہیں ہے۔

غیبت کی بعض جائز شکلیں حسب ذیل ہیں:

i. ظالم کے خلاف مظلوم کا شکایت کرنا یا رپورٹ درج کروانا۔

ii. اصلاح کی نیت سے کسی کی برائی ایسے شخص یا ادارے کے سامنے بیان کرنا جو اُس کی اصلاح کی کوشش کر سکتا ہو۔

iii. عدالت میں کسی کے خلاف گواہی دینا تاکہ عدالت درست فیصلے تک پہنچ سکے۔

iv. ایسے افراد کے بارے میں تجسس کرنا اور اگر اُن میں کوئی برائی ہے تو تحریر کرنا جن کا نام کسی حدیث کے راویوں کی فہرست میں آتا ہے تاکہ کسی حدیث کے مقام و مرتبے کا صحیح تعین کیا جا سکے۔

v. کسی آدمی نے کہیں نکاح کی نسبت قائم کرنی ہو یا کسی کے ساتھ کوئی معاہدہ کرنا ہو یا کسی کے پڑوس میں آباد ہونا ہو یا کسی کو امانت دینی ہو تو اِیسے آدمی کو متعلقہ آدمی کا عیب محض اِس نیت سے بتانا کہ وہ لاعلمی کی وجہ سے دھوکا نہ کھائے۔

vi. اِیسے شخص کی بددیانتی کو بیان کرنا جو کاروبار یا لین دین کے معاملات میں سچا اور امین نہ ہو۔

vii. کسی ادارے کے نظم بالا کا ادارے کے مفادات، نیک نامی اور کارکردگی کے حوالے سے کسی ماتحت فرد کے کردار کے بارے میں مشورہ اور فیصلہ کرنا۔

viii. قومی رہنماؤں پر تنقید کرنا جن کے سیرت و کردار، آراء و خیالات اور فیصلوں کے اثرات اجتماعی معاملات پر پڑتے ہیں۔

آیت کے آخر میں امید دلائی گئی کہ اگر تم اِن برائیوں سے باز آجاؤ اور توبہ کرلو تو اللہ بھی تم پر نظرِ کرم فرمائے گا اور تمہیں معاف کردے گا۔

## آیت 13:

يَاَيُّهَا النَّاسُ... اے لوگو!... اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى... ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا... وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ... اور تمھیں خاندانوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا... لِتَعَارَفُوْا... تاکہ تم ایک دُوسرے کو شناخت کر سکو... اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ... اور اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے... اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿١٣﴾ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

- اِس آیت میں خطاب "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" کے بجائے "يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ" سے شروع ہوتا ہے۔ گویا اِس آیت میں دی گئی ہدایت کا تعلق پوری نوعِ انسانی سے ہے۔ یہ آیت برزخی نوعیت کی ہے یعنی اِس کا تعلق سورت کے دوسرے اور تیسرے دونوں حصوں سے ہے۔
- اِس آیت کا سورت کے دوسرے حصے سے تعلق یہ ہے کہ وہ مجلسی برائیاں جن سے ملت کی شیرازہ بندی متاثر ہوتی ہے عام طور پر ایک دوسرے کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے کی جاتی ہیں۔ اِس آیت میں فرمایا گیا کہ کوئی بھی انسان حقیر نہیں ہے۔ تمام انسان ایک خالق کی مخلوق اور ایک مرد اور عورت کی اولاد ہونے کے ناطے بالکل برابر اور ایک عالمگیر برادری کا حصہ ہیں۔
- سورت کے تیسرے حصے کے اعتبار سے یہ آیت پوری نوعِ انسانی کے درمیان وحدت کی اَساس فراہم کرتی ہے۔ انسان نے اجتماعیت کے میدان میں ارتقاء کرتے کرتے قبائلی نظام، پھر شہری حکومت اور اب ریاست کے تصور تک رسائی حاصل کر لی ہے۔ اب انسان شدت سے محسوس کر رہا ہے کہ اگر ایک عالمی ریاست (World State) قائم نہ ہوئی تو قوموں کے درمیان تصادم اور اُس میں مہلک ہتھیاروں کے اِستعمال کی وجہ سے انسان ایک ہولناک تباہی سے دوچار ہو کر رہے گا۔ ذرائع ابلاغ کی ترقی نے آج پوری دنیا کو قریب کر کے فاصلوں کو بے معنی کر دیا ہے اور اِس طرح ایک عالمی ریاست کے قیام کی راہ ہموار کر دی ہے۔ لیکن دلوں میں ایسے فاصلے ہیں جو اِس سلسلے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ یہ فاصلے مختلف اقوام کے درمیان رنگ، نسل اور زبان کی بنیاد پر نفرتوں کی صورت میں ہیں۔ یہ آیت اِس رکاوٹ کو دور کرتی ہے اور مساواتِ انسانی کے لیے یہ اَساس فراہم کرتی ہے کہ:

"تمام انسان ایک خالق کی مخلوق اور ایک ہی والدین کی اولاد ہونے کی وجہ سے برابر ہیں اور ایک عالمگیر برادری کے رشتہ میں منسلک ہیں"۔

- رنگ، نسل اور زبان کی بنیاد پر تعصبات کو اِسلام کے سوا کوئی نظریہ ختم نہیں کر سکتا۔ امریکہ میں گورے اور کالے کی تمیز، یورپی اقوام میں نسلی برتری کا زعم، یہودیوں کا تمام غیر یہودیوں کو حقارت سے جانور (Gentiles) سمجھنا اور ہندوؤں کے مذہب میں برہمن اور شودر کی تقسیم نے عالمی امن کو شدید خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ دشمنانِ اِسلام بھی اِس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اِن تعصبات کے خلاف کامیابی حاصل کرنے والے واحد انسان نبی کریم ﷺ ہیں۔ تاریخ میں پہلی مرتبہ انسانی حریت واخوت ومساوات پر مبنی معاشرہ جنابِ نبی کریم ﷺ نے قائم کیا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَىٰ أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَىٰ عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَىٰ أَسْوَدَ وَلَا أَسْوَدَ عَلَىٰ أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوٰى (۱)

"اے لوگو بے شک تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارے والدین بھی ایک۔ سن لو! کوئی فضیلت نہیں ہے کسی عربی کو کسی عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر اور نہ کسی گورے کو کسی کالے پر۔ فضیلت کی بنیاد صرف تقویٰ ہے"۔

- انسانوں میں ایک دوسرے پر برتری (The urge to dominate) کے حصول کا جذبہ فطری طور پر موجود ہے۔ اگر معاشرے میں برتری کی بنیاد دولت یا اقتدار نہ ہو بلکہ اخلاق و تقویٰ ہو تو انسانوں کے مابین مسابقت مثبت اور مفید (Productive) خطوط پر پروان چڑھتی ہے اور ایک صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے۔
- آیت کے دوسرے حصے میں کہا گیا کہ انسانوں کی مختلف گروہوں اور قبائل میں تقسیم محض تعارف یعنی پہچاننے کی سہولت کے لیے ہے۔ اللہ کے نزدیک صاحبِ عزت وہ ہے جو متقی ہے۔

(۱) مسند احمد، کتاب بَاقِی مُسْنَدِ الْأَنْصَارِ، باب حَدِيثُ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ...عَنِ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ رضی اللہ عنہ

تقویٰ کا تعلق ظاہر سے نہیں بلکہ باطن سے ہے۔ لہٰذا اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس دل میں تقویٰ ہے اور کتنا ہے؟ اِسی کے اعتبار سے آخرت میں انسان کا مرتبہ و مقام طے ہو گا۔

## آیت 14:

قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ ... دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ... قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا ... کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے ... وَلٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا ... بلکہ یوں کہو کہ ہم اِسلام لائے ہیں ... وَلَمَّا یَدۡخُلِ الۡاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ ؕ ... اور ایمان تو ابھی تمہارے دِلوں میں داخل ہی نہیں ہوا ... وَاِنۡ تُطِیۡعُوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ ... اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرتے رہے ... لَا یَلِتۡکُمۡ مِّنۡ اَعۡمَالِکُمۡ شَیۡئًا ؕ ... تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا ... اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۴﴾ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

- یہ قرآنِ حکیم کی واحد آیت ہے جہاں اِسلام اور ایمان کی اصطلاحات مقابل کے طور پر لائی گئی ہیں۔ چند نو مسلموں کے ایمان کے دعوے کی نفی کی گئی لیکن اُن کے اِسلام کا اثبات کیا گیا۔ یہاں زبانی اقرار کو اِسلام اور قلبی یقین کو ایمان کہا گیا ہے۔ اِسلام عام ہے اور ہر مسلمان اِس سے بہرور ہے لیکن ایمان خاص ہے اور یہ نعمت کسی کسی کو حاصل ہے۔ جن لوگوں کو یہ نعمت حاصل ہے اِن کی کیفیت اگلی آیت میں بیان کی گئی ہے۔
- اِس آیت میں ایمان کے مقابلہ میں اسلام کو ایک کم تر حقیقت کے طور پر پیش کیا گیا ہے لیکن قرآنِ حکیم میں دیگر مقامات پر اِسلام کو بڑی عظمت کے ساتھ ایمان کی مترادف اصطلاح کے طور پر بیان کیا گیا ہے، مثلاً سورۃ البقرۃ[2] آیت 128 میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمعیل علیہ السلام کی دعا بیان کی گئی:

رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ

"اے رب ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک فرمانبردار گروہ پیدا فرما"۔

سورۃ آلِ عمران[3] آیت 67 میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا:

مَا کَانَ اِبۡرٰہِیۡمُ یَہُوۡدِیًّا وَّلَا نَصۡرَانِیًّا وَّلٰکِنۡ کَانَ حَنِیۡفًا مُّسۡلِمًا

"ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ بالکل یکسو (اللہ) کے فرمانبردار تھے"۔

سورۃ الانعام[6] آیت 125 میں فرمایا گیا:

فَمَن يُرِدِ اللَّهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ

"جس شخص کو اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت بخشے اُس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے"۔

- اِسلام یعنی زبانی اقرار، قانونی ایمان ہے اور قلبی تصدیق، حقیقی ایمان۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حکم دیتے ہیں کہ وہ حقیقی ایمان حاصل کرے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنزَلَ مِن قَبْلُ (النساء[4]:136)

"مومنو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول پر اور اُس کتاب پر جو اُس نے اپنے پیغمبر پر نازل کی اور اُن کتابوں پر جو اُس نے پہلے نازل کیں"۔

البتہ اِس آیت میں اللہ کی شانِ غفاری ورحیمی کا اظہار ہے کہ اگر بغیر قلبی ایمان کے بھی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے تو پورا پورا بدلہ ملے گا۔ اِس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اِستقامت کے ساتھ عمل کرنے سے دل میں ایمان پیدا ہوتا ہے۔

- • امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اِس آیت میں جن نومسلموں کا ذکر ہے نہ وہ مومن تھے اور نہ ہی منافق۔ اُن کے مومن ہونے کی نفی اِس آیت میں دوبار کی گئی۔ البتہ اگر وہ منافق ہوتے تو اُن کے اعمال کی قبولیت کی نوید نہ دی جاتی۔

- سورت کے موضوع کے اعتبار سے اِس آیت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اِسلامی ریاست میں شہریت کی بنیاد اِسلام پر ہے۔ ایمان ایک باطنی حقیقت ہے جسے دنیا میں جانچا یا ناپا نہیں جاسکتا۔ لہٰذا اِسلامی ریاست میں شہری حقوق زبانی اقرار یعنی اِسلام کی بنیاد پر حاصل ہو سکیں گے۔ اِسلامی معاشرہ ایک نظریاتی معاشرہ ہے جس کی بنیاد رنگ، نسل یا زبان پر نہیں بلکہ صرف اور صرف اِسلام پر ہے۔ لہٰذا اِس ریاست کے شہری صرف مسلمان ہوں گے اور غیر مسلموں کو ذمی بن کر رہنا ہو گا۔ سورۃ التوبۃ[9] آیت 29 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿٢٩﴾

"جو لوگ اہلِ کتاب میں سے اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روزِ آخرت پر (یقین رکھتے ہیں) اور نہ اُن چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں اُن سے جنگ کرو یہاں تک کہ چھوٹے ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں"۔

البتہ اِسلامی معاشرے کا دیگر معاشروں سے تعلق برابری کا ہوگا جس کی بنیاد وحدتِ خالق اور وحدتِ والدین کے اصول پر ہوگی۔

## آیت 15:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ... مومن تو بس وہ ہیں... الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ... جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے... ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا... پھر شک میں نہ پڑے... وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ... اور انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ... اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ یہی لوگ سچے ہیں۔

- آیت 14 میں نو مسلموں کے اِسلام کا اثبات اور ایمان کی نفی کی گئی۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ اُن لوگوں کی صفات کیا ہیں جو ایمانِ حقیقی سے بہرہ ور ہیں؟ یہ آیت اِس سوال کا جواب دیتی ہے۔ اِس آیت میں ایمانِ حقیقی کے دو ارکان بتائے گئے ہیں:

1. باطن میں یقینِ قلبی یعنی انسان کی سوچ کا شک و تذبذب سے پاک ہو کر اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے لیے یکسو ہو جانا۔
2. ظاہر میں جہادِ فی سبیل اللہ یعنی مال و جان سے اللہ کے دین کے غلبے کے لیے جہاد کرنا۔

- اِس آیت میں بندۂ مومن کی جامع و مانع تعریف بیان کر دی گئی ہے۔ آیت کے آغاز اور اختتام پر حصر کا اُسلوب ہے۔ یعنی سچا مومن تو بس وہی ہے جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے لیے یکسو ہو اور مال اور جان سے ایسے نظام کے خلاف جہاد کرے جس میں اللہ کا دین غالب نہ ہو۔ اگر ایسا ہے تو ہم ایمانِ حقیقی کی دولت رکھتے ہیں جس کی بنیاد پر آخرت میں کامیابی کا فیصلہ ہوگا ورنہ ہم صرف قانونی مسلمان ہیں اور آخرت میں ہمیں ناکامی کے اندیشے سے ڈرنا چاہیے۔

- جہاد فی سبیل اللہ ایمانِ حقیقی کا رکن اور ایک اہم دینی فریضہ ہے جس پر علیحدہ سے گفتگو ہو گی۔ منتخب نصاب حصہ چہارم میں تواصی بالحق کے ذیل میں جہاد فی سبیل اللہ کے مختلف پہلو بھی زیرِ بحث آئیں گے۔

## آیات 16-18:

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ۭ ... اُن سے کہو کہ کیا تم اللہ کو اپنی دین داری سے آگاہ کرتے ہو ...وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ ... اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے...وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١٦﴾ اور اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۭ ... (اے نبی ﷺ) یہ لوگ آپ پر احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہو گئے ہیں ...قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ ... کہہ دیجیے کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ رکھو ...بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ... بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے...اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ... کہ اُس نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا...اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٧﴾ اگر تم سچے ہو۔اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ... بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے...وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨﴾ اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔

اِن آیات میں اُن نو مسلموں کو مخاطب کر کے ایک اہم حقیقت بیان کی گئی جنہوں نے نبی کریم ﷺ پر اپنے قبولِ اِسلام کا احسان جتلایا تھا۔ فرمایا گیا کہ کسی انسان کا مسلمان ہو جانا، اللہ یا نبی کریم ﷺ پر کوئی احسان نہیں بلکہ یہ تو اللہ کا اُس انسان پر احسان ہے کہ اُس نے اُسے اِسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی:

ع منت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

"بادشاہ کی خدمت کا تمہیں اگر کوئی موقع ملا ہے تو یہ نہ سمجھو کہ اُس پر تمہارا کوئی احسان ہے بلکہ بادشاہ کا احسان مانو کہ اس نے تمہیں اپنی خدمت کا موقع دیا ہے"۔

پھر اللہ نے تو اِسلام سے آگے بڑھ کر ایمان کی طرف رہنمائی کی ہے۔ آخر میں فرمایا گیا کہ اللہ بذاتِ خود جانتا ہے کہ کون اخلاصِ نیت سے اِسلام لایا ہے اور کس کا دل ایمانِ حقیقی سے منور ہے۔

# جہاد فی سبیل اللہ

## موضوع کی اہمیت:

- اللہ تعالیٰ نے بڑے تاکیدی اسلوب میں جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیا ہے:

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (الحج 22: 78)

"اور جہاد کرو اللہ (کے راستے) میں جیسا کہ اُس (کے راستے) میں جہاد کرنے کا حق ہے"۔

- جہاد فی سبیل اللہ، اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت کا عملی ثبوت ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾ (التوبة ۹: ۲۴)

"کہہ دیجیے (اے نبی ﷺ) اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے محنت سے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں خسارے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں، اگر تمہیں زیادہ محبوب ہیں اللہ سے اور اُس کے رسول ﷺ سے اور اُس کی راہ میں جہاد سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ لے آئے اللہ اپنا فیصلہ (یعنی تمہاری موت) اور اللہ ایسے نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا"۔

سورۃ التوبة[9] کی اِس آیت میں آٹھ دنیوی محبتوں کے مقابلے میں تین دینی محبتوں کا ذکر ہے۔ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت کا دعویٰ تو نظری طور پر کیا جا سکتا ہے لیکن اِن محبتوں کا عملی ثبوت جہاد فی سبیل اللہ اور اِس سے محبت ہے۔

- جہاد فی سبیل اللہ دل میں ایمانِ حقیقی ہونے کی لازمی علامت ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ (الحجرات[49]:14-15)

"دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ابھی تمہارے دِلوں میں داخل ہی نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرتے رہے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ مومن تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے، پھر شک میں نہ پڑے اور اُنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ یہی لوگ سچے ہیں"۔

- جہاد فی سبیل اللہ ہدایت کے حصول کا یقینی ذریعہ ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت[29]:69)

"اور جو لوگ ہمارے راستے میں کوششیں کرتے ہیں ہم ضرور اُنہیں اپنے راستوں کی ہدایت دیتے ہیں"۔

- جہاد فی سبیل اللہ روزِ قیامت دردناک عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ (الصف[61]:10-11)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں بچالے دردناک عذاب سے؟ ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول ﷺ پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جان لو"۔

- جہاد فی سبیل اللہ قربِ الٰہی اور فلاحِ اُخروی کے حصول کا یقینی ذریعہ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ (المائدۃ[5]:35)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی نافرمانی سے بچو اور اُس کی قربت تلاش کرو اور اُس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ"۔

## جہاد فی سبیل اللہ کا مفہوم:

لفظِ جہاد کا مادہ ہے ج ھ د۔ **جُهْدٌ** کے معنی ہیں کوشش کرنا (To strive) جہاد کے معنی ہیں کشاکش یعنی کوششوں کا باہم ٹکرانا (To struggle against)۔

جہاد فی سبیل اللہ سے مراد ہے ایسی کشاکش جس کا مقصد اللہ کے دین کی سربلندی ہو کیونکہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ (۱)

"جس نے اس لیے جنگ کی تاکہ اللہ کا کلمہ سربلند ہو جائے پس وہ شخص اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہے"۔

## جہاد فی سبیل اللہ کی فرضیت:

جہاد فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے کوشش ہر مسلمان پر بحسب شعور و استطاعت فرض ہے کیوں کہ:

- اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کا نفاذ حقوق اللہ میں سے ہے۔ ایسے لوگ کافر، مشرک اور باغی ہیں جو اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلے نہیں کرتے:

  وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾ (المائدۃ:44)

  "جو لوگ اللہ کے نازل کردہ کلام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ کافر ہیں"۔

  وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ (المائدۃ:45)

  "جو لوگ اللہ کے نازل کردہ کلام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ ظالم (یعنی مشرک) ہیں"۔

  وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾ (المائدۃ:47)

  "جو لوگ اللہ کے نازل کردہ کلام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ فاسق (یعنی باغی) ہیں"۔

- اللہ کے دین کا نفاذ حقوق العباد میں سے بھی ہے کیوں کہ عدل و انصاف صرف اور صرف اللہ کے عطا کردہ نظام یعنی نظام خلافت کو قائم کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ لہٰذا بندوں کو ظلم و ستم

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ، باب مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا، وَ صحیح مسلم، کتاب الْإِمَارَةِ، باب مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ ...عَن أَبِي موسىٰ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

سے بچانے کے لیے عدل کا علمبر دار بن کر کھڑا ہونا ہماری ذمہ داری ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ (النساء4:135)

"اے ایمان والو! کھڑے ہو جاؤ عدل کے علم بردار بن کر گواہ ہوتے ہوئے اللہ کے لیے"۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ (المائدة5:8)

"اے ایمان والو! کھڑے ہو جاؤ اللہ کے لیے عدل کے گواہ بن کر"۔

## جہاد فی سبیل اللہ کے حوالے سے مغالطے:

1. جہاد کو صرف قتال یعنی جنگ کے معنی دے دیے گئے۔ جہاد اور قتال عربی زبان کی اصطلاحات ہیں اور کسی بھی زبان کی دو اصطلاحات کا مفہوم بالکل ایک جیسا نہیں ہوتا۔ ابھی ہم سمجھیں گے کہ جہاد ایک وسیع المفہوم اصطلاح ہے جس کی ایک اعلیٰ صورت قتال ہے۔
2. جہاد ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے لیکن اِسے محض قتال سمجھتے ہوئے فرض کفایہ قرار دے دیا گیا۔
3. مسلمانوں کی ہر جنگ کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دے دیا گیا جس سے اِس مقدس اصطلاح کا تقدس بری طرح سے مجروح ہوا۔

## جہاد کی اقسام:

1. منفی جہاد یعنی ایسا جہاد جو غلط مقاصد کے لیے یا ناجائز ذرائع کے ذریعے کیا جائے۔ اِس قسم کا جہاد غیر مسلم بھی کرتے ہیں لہٰذا قرآنِ حکیم میں جہاد اور قتال کی اصطلاحات کفار اور مشرکین کی سرگرمیوں کے لیے بھی آئی ہے:

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (لقمٰن31:15)

"اور اگر وہ دونوں (یعنی تیرے والدین) تجھ سے جہاد کریں کہ تو شرک کرے میرے ساتھ جس کے لیے تیرے پاس کوئی علم نہیں تو اُن کا کہنا نہ مان"۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ (النساء4:76)

"جو مومن ہیں وہ تو اللہ کے لیے لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ طاغوت کے لیے لڑتے ہیں"۔

ناجائز ذرائع سے جہاد کی ایک صورت یہ ہے کہ انسان کسی نیک مقصد کے لیے وسائل حرام ذرائع سے فراہم کرے مثلاً اپنی معاشی ضروریات حرام کمائی سے پوری کرے یا کسی فلاحی ادارے کے لیے عطیات جوئے یا محافلِ موسیقی وغیرہ کے ذریعے حاصل کیے جائیں۔

2. مثبت جہاد یعنی کسی جائز مقصد کے لیے جائز ذرائع سے جہاد کرنا۔ اِس کی تین صورتیں ہیں مثلاً:

i. بقائے نسل اور زندہ رہنے کے لیے جدوجہد جس میں فراہمیِ رزق بھی شامل ہے۔ اسے عام طور پر جہادِ زندگانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ii. مظلوم اقوام کی جابروں کے قہر سے آزادی کی جدوجہد۔

iii. نظریہ اسلام یعنی دینِ حق کے غلبہ کی کوشش۔ اس جہاد کو جہاد فی سبیل اللہ کہا جاتا ہے۔

## جہاد فی سبیل اللہ کی منازل:

### 1. پہلی منزل: ذاتی زندگی میں اللہ کی کامل بندگی کے لیے جہاد

یہ جہاد فی سبیل اللہ کی اوّلین منزل ہے۔ اِس منزل پر جہاد کے تین مراحل ہیں:

i. نفس کے خلاف جہاد: ایک ارشادِ مبارکہ میں آپ ﷺ نے اس شخص کو مجاہد قرار دیا جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرتا ہے:

اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ (۱)

"مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے"۔

انسان کے لیے اللہ کی بندگی کے حوالے سے ایک بڑی رکاوٹ یہ نفس پیدا کرتا ہے۔ سورۃ یوسف[12] آیت 53 میں ایک حکیمانہ قول نقل کیا گیا:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ

"اور میں اپنے آپ کو پاک صاف نہیں کہتا کیونکہ نفس تو بُرائی ہی سکھانے والا ہے سوائے اُس کے جس پر میرا رب رحم کرے"۔

---

(۱) سنن الترمذي، كتاب فَضَائِلِ الْجِهَادِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ، باب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ مَنْ مَاتَ مُرَابِطًا عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رضی اللہ عنہ

ؔ نفسِ ما ہم کم تر از فرعون نیست
لیک اُو را عون ایں را عون نیست

ii. شیطان کے خلاف جہاد۔ ذاتی زندگی میں اللہ کی کامل بندگی کے لیے دوسری بڑی رکاوٹ شیطان ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا (فاطر[35]:6)

"بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے پس تم بھی اُسے دشمن ہی سمجھو"۔

iii. بگڑے ہوئے معاشرے کے خلاف جہاد۔ بگڑا ہوا معاشرہ انسان کو دنیاداری کے مقابلہ میں داخل کر دیتا ہے، لہٰذا اِس کا دباؤ انسان کے لیے اللہ کی بندگی کو مشکل سے مشکل تر کر دیتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں خبردار کیا گیا:

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

(الانعام[6]:116)

"اور اکثر لوگ جو زمین پر آباد ہیں (گمراہ ہیں) اگر تم اُن کا کہا مان لوگے تو وہ تمہیں اللہ کا راستہ بھلا دیں گے"۔

زمانے کے ساتھ بہہ جانا آسان ہوتا ہے لیکن اُس کے خلاف رُخ اختیار کرنا جان جوکھوں کا کام ہے:

ؔ کشاکشِ خس و دریا ہے دیدنی کوثر
الجھ رہے ہیں زمانے سے چند دیوانے

## پہلی منزل پر جہاد کے ذرائع:

i. قرآنِ حکیم تمام نفسانی بیماریوں کے لیے شفا، شیطان کے حملوں کا علاج اور غلط معاشرتی رجحانات کا توڑ فراہم کرتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ (یونس[10]:57)

"لوگو! تمہارے پاس رب کی طرف سے نصیحت اور باطنی بیماریوں کی شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آ پہنچی ہے"۔

تزکیۂ نفس کے لیے سلوکِ محمدی ﷺ یہ ہے کہ رات میں نفس کو نیند کی لذت سے محروم کر کے رب کی بارگاہ میں کھڑا کرو اور ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھو۔ بقول اقبال:

ع کشتنِ ابلیس کارِ مشکل است — زاں کہ او گم اندر اعماقِ دل است
خوشتر اں باشد مسلمانش کنی — کشتۂ شمشیرِ قرانش کنی

ii. انفاقِ مال۔ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا تزکیۂ نفس کا اہم ذریعہ ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا (التوبة[9]:103)

"(اے نبی ﷺ) اُن کے مال میں سے صدقہ لیجیے کہ اِس سے آپ ﷺ اُن کو (ظاہر میں بھی) پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے ہیں"۔

iii. بذلِ نفس یعنی اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے جان کھپانا۔ اللہ کی اطاعت کے لیے کیا گیا ہر عمل انسان کے باطن کو منور کرتا ہے اور اُسے دین پر استقامت دیتا ہے۔

iv. پاکیزہ ماحول سے وابستگی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

(التوبة[9]:119)

"اے اہلِ ایمان! اللہ کی نافرمانی سے بچو اور ہو جاؤ سچوں کے ساتھ"۔

ع صحبتِ صالح تُرا صالح کند
صحبتِ طالع تُرا طالع کند

عطر فروش کی دکان سے خوشبو اور لوہار کی بھٹی کے پاس سے دُھواں حاصل ہوتا ہے۔

2. دوسری منزل: دوسروں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دینے کے لیے جہاد:

جہاد فی سبیل اللہ کی اِس دوسری منزل پر بھی تین مراحل درپیش ہوتے ہیں۔ اِن مراحل کا ذکر سورۃ النحل[16] آیت 125 میں اِس طرح بیان ہوا:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

"(اے نبی ﷺ!) بلائیے اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت سے اور درد بھری نصیحت سے اور اُن سے بحث کیجیے عمدہ طریقے سے"۔

i. حکمت کے ذریعے دعوت یعنی دلائل کے ساتھ معاشرے کی ذہین اقلیت کو دین کی طرف متوجہ کرنا۔ دعوت کا ہدف اگر نظام کی تبدیلی ہے تو اِن لوگوں کے ذہن تبدیل کرنا اولین اہمیت کا حامل ہے کیونکہ نئے نظام کی تعمیر اور اُسے چلانے کی صلاحیت ان ہی لوگوں میں ہوتی ہے۔

ii. موعظۂ حسنہ یعنی درد بھری مؤثر نصیحت کے ذریعے عوام الناس کو غفلت سے نکال کر دین پر عمل کے لیے آمادہ کرنا۔ "از دل خیزد بر دل ریزد" کے مصداق علمیت کے اظہار سے پاک پُر سوز وعظ و نصیحت کے ذریعے عوام کو دین کی دعوت دینا مفید ثابت ہوتا ہے:

ع دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

iii. مجادلۂ احسن یعنی اعتراضات کرنے، فتنے اٹھانے اور گمراہ کن نظریات کا پرچار کرنے والوں کے ساتھ مہذب انداز اور شائستہ اسلوب سے بحث و مباحثہ کرنا۔

## دوسری منزل پر جہاد کے ذرائع:

i. قرآنِ حکیم کے ذریعہ لوگوں کو غفلت سے نکالنے، اُن کے اشکالات دور کرنے اور باطل نظریات کا رد کرنے کے لیے جہاد کرنا۔ ارشاداتِ باری تعالیٰ ہیں:

وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا (الفرقان[25]:52)

"اور (اے نبی ﷺ!) اِن سے جہاد کیجیے اس (قرآن) کے ذریعے سے، بڑا جہاد"۔

فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ (ق[50]:45)

"پس یاد دہانی کراتے رہیے اِس (قرآن) کے ذریعے سے"۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ (المائدۃ[5]:67)

"پہنچا دیجیے جو کچھ کہ آپ ﷺ کی طرف نازل کیا گیا ہے"۔

لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنْذِرَ بِهِ قَوْمًا لُدًّا (مریم[19]:97)

"تا کہ (اے نبی ﷺ!) آپ ﷺ خوشخبری دیں اِس (قرآن) کے ذریعے متقیوں کو اور خبردار کر دیں جھگڑنے والوں کو"۔

نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ تک پندرہ برس قرآن کے ذریعے جہاد کیا اور چھ برس قرآن کے ساتھ ساتھ تلوار سے جہاد کیا، بقول اکبر الہ آبادی:

ع خدا کے کام دیکھو بعد کیا ہے اور کیا پہلے
نظر آتا ہے مجھ کو بدر سے غارِ حرا پہلے

قرآن کے ذریعہ قلوب و اذہان کو فتح کیا جاتا ہے اور تلوار کے ذریعے علاقوں کو۔ قرآن ہی سے پھر نفوس کا تزکیہ ہوتا ہے جو دیگر تمام کامیابیوں کی روح ہے۔ بقول جگر مراد آبادی:

ع مری طرف سے کوئی یہ کہہ دے، مجاہدِ بے خبر سے پہلے
صفائے قلب و نظر ہے لازم، جہادِ تیغ و تبر سے پہلے

صفائے قلب و نظر سے ہی انسان میں خلوص پیدا ہوتا ہے اور انسان محض اللہ کی رضا اور شہادت کے حصول کے لیے جنگ کرتا ہے:

ع شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

ii. زبان اور قلم یعنی تقریر و تحریر کے ذریعے دوسروں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دینا اور مخالفانہ نظریات کی نفی کرنا۔

iii. انفاقِ مال یعنی دینی تعلیمات کے فروغ کے لیے مختلف اُمور پر مال خرچ کرنا۔

iv. بذلِ نفس یعنی دینی تعلیمات سیکھنے اور عام کرنے کے لیے اپنی توانائی اور وقت لگانا۔

v. کسی اجتماعیت یا ادارے سے وابستگی۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران[3]:104)

"اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے منع کرے"۔

اجتماعیت میں مختلف صلاحیتوں اور وسائل کے حامل لوگ جمع ہو جاتے ہیں، لہٰذا دعوتِ دین کا کام مؤثر انداز سے کیا جا سکتا ہے۔

### 3. تیسری منزل: اللہ کے دین کے غلبے کے لیے جہاد:

اِس منزل پر بھی جہاد کے لیے تین ہی مراحل ہیں:

i. صبر محض (Passive Resistance) یعنی ہر طنز و تشدد کے مقابلے میں جوابی اقدام کیے بغیر اپنے موقف پر ڈٹے رہنا۔ دعوت اگر انقلابی ہو یعنی اگر اُس کا ہدف ظالمانہ نظام کی تبدیلی ہو تو نظامِ باطل سے مفادات حاصل کرنے والے لازماً اُس کی مخالفت کریں گے۔ مخالفت کے جواب میں پہلا مرحلہ یہ ہو گا کہ بدلہ نہ لیا جائے لیکن اپنے موقف پر ثابت قدمی دکھائی جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے مکی دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اِسی روش کی تلقین فرمائی جس کا ذکر سورۃ النساء[4] کی آیت 77 میں اِس طرح کیا گیا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ

"کیا تم نے نہیں دیکھا اُن لوگوں کو جن سے کہا گیا تھا اپنے ہاتھ روکے رکھو"۔

مخالفت کے جواب میں صبر محض کی پالیسی کی حکمت یہ ہے کہ:

- نظامِ باطل کے پاس انقلابی جماعت کو مکمل طور پر کچلنے کا اخلاقی جواز نہ ہو۔
- دعوت و تبلیغ کے ذریعے اور برائی کا جواب برائی سے نہ دے کر معاشرے کی خاموش اکثریت کی ہمدردیاں حاصل کر کے اپنی تعداد میں اضافہ کیا جائے:

وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ (حٰمٓ السجدۃ[41]:34)

"اور نیکی و بدی برابر نہیں ہو تیں۔ جواب دو (بدی کا) اُس طور پر جو بہت اچھا ہو تو وہ کہ جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے، ایسے ہو جائے گا جیسے گرم جوش دوست"۔

- ساتھیوں کی تربیت کے لیے مہلت لی جا سکے۔
- ساتھیوں میں انتقام کے جذبے کو پکایا جائے تا کہ وقت آنے پر باطل کے خلاف بھرپور وار کیا جا سکے:

غ نالہ ہے بلبلِ شوریدہ ترا خام ابھی
اپنے سینے میں اِسے اور ذرا تھام ابھی

ii. اقدام (Active Resistance) یعنی مناسب قوت و اسباب فراہم ہوتے ہی نظامِ باطل کو چھیڑنا۔ مکہ سے مدینہ ہجرت کے دوران مسلمانوں کو قریش کے خلاف اقدام کی اجازت دی گئی:

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (الحج[22]:39)

"اجازت دے دی گئی (جنگ کی) اُن کو جن سے (بلاوجہ) لڑائی کی جارہی ہے کیونکہ اُن پر ظلم ہو رہا ہے"۔

نبی اکرم ﷺ نے ہجرتِ مدینہ کے چھ ماہ بعد قریش کی شہ رگ یعنی اُن کی تجارت کے خلاف اقدام کے طور پر اُن کے تجارتی قافلوں کے راستوں کی نگرانی اور پھر اُن پر حملوں کا فیصلہ فرمایا۔

iii. مسلح تصادم (Armed Conflict) یعنی اقدام کے نتیجہ میں نظامِ باطل کے ردعمل کا پامردی سے مقابلہ کرنا۔ اللہ نے اِس کا حکم اِن الفاظ میں دیا:

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝۱۹۰ (البقرۃ[2]:190)

"اور جنگ کرو اللہ کی راہ میں اُن سے جو تم سے لڑتے رہے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔

جنگ میں زیادتی کی روک تھام کے لیے مسلمانوں کو مندرجہ ذیل ہدایات دی جاتی تھیں:

1. بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کیا جائے۔
2. لاشوں کا مثلہ نہ کیا جائے۔
3. درخت نہ کاٹے جائیں۔
4. کھیتوں کو آگ نہ لگائی جائے۔
5. آبادیوں کو نہ جلایا جائے۔
6. آبادیوں میں لوٹ مار نہ کی جائے۔

7. عابدوں اور راہبوں کو نہ چھیڑا جائے۔
8. جانوروں کو نہ مارا جائے۔
9. صرف اُن ہی مردوں اور عورتوں کو قیدی بنایا جائے جو میدانِ جنگ میں لڑائی کے دوران گرفتار ہوں۔
10. بد عہدی نہ کی جائے۔

اِس کے بعد تلقین کی گئی کہ قتال کا مرحلہ اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک فتنہ ختم نہ کر دیا جائے اور اللہ کا دین مکمل طور پر غالب کر دیا جائے:

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ (البقرة[2]:193)

"اور اُن سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور ہو جائے نظام اللہ کے لیے"۔

آخر کار سورۃ البقرة[2] کی آیت 216 میں قتال کو فرض قرار دے دیا گیا:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢١٦﴾

"تم پر (اللہ کی راہ میں) لڑنا فرض کر دیا گیا ہے خواہ وہ تمہیں ناگوار ہو، ممکن ہے تم کسی شے کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور ممکن ہے تم کسی شے کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے نقصان دہ ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"۔

نبی اکرم ﷺ کی جدوجہد کے دوران یہ مرحلہ غزوۂ بدر تا فتح مکہ یعنی تقریباً چھ سال تک جاری رہا۔ یہ ہے قتال فی سبیل اللہ جو جہاد فی سبیل اللہ کی اعلیٰ ترین صورت ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴿٤﴾ (الصف[61]:4)

"بلاشبہ اللہ تو محبت کرتا ہے اُن سے جو جنگ کرتے ہیں اُس کی راہ میں جم کر صف در صف گویا کہ وہ ہیں سیسہ پلائی ہوئی دیوار"۔

## تیسری منزل پر جہاد کے ذرائع:

i. انفاقِ مال یعنی جنگی ضروریات کے لیے خوراک، ہتھیار اور دیگر وسائل فراہم کرنے

کے لیے مال خرچ کرنا۔

ii. بذلِ نفس یعنی نقدِ جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں آجانا اور شہادت کی آرزو کے ساتھ مردانہ وار لڑنا یا جنگ کے دوران کوئی بھی ذمہ داری ادا کرنا۔

iii. ایسی جماعت میں شامل ہونا جو سمع وطاعت (Listen & Obey) کے اصول پر منظم کی گئی ہو۔ جہاد کی اِس منزل پر ڈھیلی ڈھالی اجتماعیت مفید نہیں ہو سکتی۔ سورۃ البقرۃ رکوع 32-33 میں طالوت کی جالوت کے ساتھ جنگ کا تذکرہ ہے۔ طالوت نے نظم کے اعتبار سے اپنے لشکر کا جائزہ لیا۔ اُنہوں نے اپنے ساتھ چلنے والوں سے کہا کہ راستے میں ایک نہر آرہی ہے۔ جس نے بھی اُس سے سیر ہو کر پانی پیا وہ میرے ساتھ آگے نہ جاسکے گا۔ لہٰذا طالوت کے ساتھ وہی جواں مرد جنگ میں دست و بازو بنے جنہوں نے سمع وطاعت کے نظم کا مظاہرہ کیا۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

اٰمُرُکُمْ بِخَمْسٍ اَللّٰهُ اَمَرَنِیْ بِهِنَّ بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ[1]

"میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔ جماعت اختیار کرو، سنو، اطاعت کرو، ہجرت کرو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو"۔

## دو اہم نکات:

- پہلی دو منزلوں کا جہاد اُسی وقت جہاد فی سبیل اللہ ہو گا جب کہ تیسری منزل یعنی غلبۂ دین کی جدوجہد پیشِ نظر ہو۔
- باطل نظام کافرانہ، مشرکانہ اور فاسقانہ ہے لہٰذا اِس کے تحت زندگی بسر کرنا گناہ ہے۔ اِس کا کفارہ یہ ہے کہ اِس نظام کو مٹانے اور اِس کی جگہ اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے مسلسل جدوجہد کی جائے۔

---

(1) سنن الترمذی، کتاب الْأَمْثَالِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِی مَثَلِ الصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ، مسند احمد، کتاب مُسْنَدُ الشَّامِيِّينَ، باب حَدِيثُ الْحَارِثِ الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ، المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب العلم، عَنِ الْحَارِثِ الْأَشْعَرِيِّ رضی اللہ عنہ

## جہاد فی سبیل اللہ کے ذرائع:

- یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ دیگر ذرائع کے علاوہ، جہاد فی سبیل اللہ کی تمام منازل پر مال و جان دونوں سے جہاد کرنا پڑتا ہے۔ اِسی لیے قرآنِ حکیم میں 9 بار مال اور جان کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔
- ایک حدیثِ نبوی ﷺ میں جہاد بالقلب، جہاد باللّسان اور جہاد بالید کے الفاظ آئے ہیں یعنی دل، زبان اور ہاتھ کو جہاد فی سبیل اللہ کے ذرائع قرار دیا گیا ہے:

مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ (۱)

"اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی امت میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر یہ کہ اُس کے کچھ حواری اور صحابی ہوتے تھے جو اُس نبی کی سنت پر عمل کرتے تھے اور اُس کے احکامات کی پیروی کرتے تھے۔ پھر اُن کے بعد اُن کے جانشین ایسے لوگ بن جاتے ہیں جو کہتے وہ ہیں جو کرتے نہیں اور کرتے وہ ہیں جس کا حکم ہی نہیں دیا گیا۔ تو جو کوئی اُن سے ہاتھ سے جہاد کرے گا وہ مومن شمار ہو گا اور جو کوئی اُن سے زبان سے جہاد کرے گا وہ مومن شمار ہو گا اور جو کوئی اُن سے دل سے جہاد کرے گا وہ مومن شمار ہو گا اور اِس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں"۔

## جہاد و قتال فی سبیل اللہ کا فرق:

جہاد فی سبیل اللہ کی تفاصیل سامنے آنے کے بعد ہم جہاد اور قتال کے فرق کو سمجھ چکے ہیں۔ جہاد عام ہے اور قتال خاص۔ جہاد کی اعلیٰ ترین صورت قتال ہے۔ جہاد ہر مسلمان پر ہر وقت فرض ہے۔ ابو داؤد میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا:

(۱) صحیح مسلم، کتاب الْإِيمَانِ، باب بَيَانِ كَوْنِ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ مِنَ الْإِيمَانِ وَأَنَّ الْإِيمَانَ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ

اَلْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ اِلٰى اَنْ يُّقَاتِلَ اٰخِرُ اُمَّتِي الدَّجَّالَ [1]

"جہاد جاری ہے اُس وقت سے جب سے اللہ نے مجھے مبعوث کیا تھا اور یہ جاری رہے گا اُس وقت تک جب کہ میری امت کا آخری حصہ دجال سے جنگ کرے گا"۔

گویا جہاد تو نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے آغاز ہی سے شروع ہو گیا اور پورے مکی دور میں بھی جاری رہا لیکن قتال یعنی مسلح تصادم کا آغاز بعثت سے پندرہ برس بعد یعنی 2 ہجری میں غزوۂ بدر سے ہوا۔ عام حالات میں قتال فرضِ کفایہ ہے، البتہ نفیرِ عام کی صورت میں یہ فرضِ عین ہے۔

## قتال فی سبیل اللہ کے آغاز کے لیے شرائط:

1. ایک امیر کی قیادت میں منظم جماعت کا قیام عمل میں آچکا ہو۔
2. جماعت میں شامل فدائین نے اپنے سیرت و کردار کا اثر قائم کر دیا ہو۔
3. جماعت نے معاشرے میں دعوت پہنچانے کا حق ادا کر دیا ہو۔
4. اسباب کے حوالے سے فتح کا غالب امکان محسوس ہو۔
5. متحارب گروہ سے اگر کوئی معاہدہ ہے تو اُسے علی الاعلان ختم کر دیا گیا ہو۔

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ (الانفال 8:58)

"اور اگر تمہیں کسی قوم سے دغابازی کا خوف ہو تو (اُن کا عہد) انہیں کی طرف پھینک دو (اور) برابر (کا جواب دو)۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ دغابازوں کو پسند نہیں فرماتا"۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰۗىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۷۲﴾ (الانفال 8:72)

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور اُن کی مدد کی، وہ آپس میں ایک دوسرے کے

[1] سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور۔ عَنْ انس بن مالك رضي الله عنه

ساتھی ہیں۔ اور جو لوگ ایمان تو لے آئے لیکن ہجرت نہیں کی تو جب تک وہ ہجرت نہ کریں تم کو اُن کی رفاقت سے کچھ سروکار نہیں۔ اور اگر وہ تم سے دین (کے معاملات) میں مدد طلب کریں تو تم پر اُن کی مدد کرنا لازم ہے، سوائے اِس کے کہ اُن کا تعلق ایسے گروہ سے ہو کہ جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے"۔

## جہاد فی سبیل اللہ کا اصل و اوّلین میدان:

ہر نبی کی سنت سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا اصل اور اولین میدان اپنا علاقہ ہوتا ہے۔ اگر وہاں غلبۂ دین کی جدوجہد کرنا ممکن نہ رہے تب ایسی جگہ ہجرت کی جا سکتی ہے جہاں دین کی خدمت کرنا ممکن ہو۔

## قتال فی سبیل اللہ اور مسلم معاشرے میں در پیش مشکلات:

- مقابلہ باطل نظام کے محافظ کلمہ گو مسلمانوں سے ہے۔ کلمہ گو مسلمان حکمرانوں سے تصادم کے لیے فقہاء نے دو شرائط بیان کی ہیں:
  1. حکمران کھلم کھلا کفر کا نفاذ کر رہے ہوں۔
  2. مناسب اسباب کی اِس حد تک فراہمی کہ فتح کا غالب امکان محسوس ہو۔
- موجودہ دور میں اسباب یعنی ہتھیاروں اور عسکری تربیت کے اعتبار سے حکومت اور عوام میں بہت زیادہ عدم توازن ہے اور حکومت کے ساتھ مسلح تصادم کی صورت میں فتح کا امکان محسوس نہیں ہوتا۔

## متبادل طریقہ کار:

آج کے دور میں اسلامی انقلاب کا آخری مرحلہ پُرامن اور غیر مسلح منظم احتجاج کے ذریعے طے کیا جا سکتا ہے۔ اِس احتجاج میں کسی ایسے منکر کے خلاف اٹھنا ضروری ہو گا جس کا خلافِ شرع ہونا تمام دینی طبقات کے نزدیک مسلم ہو۔ مثال کے طور پر "سودی معیشت" وغیرہ۔ ایسے منکر کے خلاف اقدام ریاست کے اہم اداروں کا پُرامن گھیراؤ، دھرنا دینا یا سول نافرمانی کی تحریک کے ذریعے ہو سکتا

ہے۔ اِن پُر امن اور منظم مظاہروں کے ذریعہ سے حکومتِ وقت کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اُس منکر کا قلع قمع کرے اور اللہ کی حدود کو نافذ کرے۔

یہ طریقہ حکومت کے خلاف بغاوت کا نہیں اور نہ ہی قوم کو خانہ جنگی میں مبتلا کرنے کا ہے۔ اِسی طرح اِس طریقہ میں اقتدار کی طلب نہیں بلکہ مسلمان حکمرانوں سے مسلم معاشرے میں دین کو نافذ کرنے کا مطالبہ ہے۔ اگر حکومت یہ مطالبہ نہیں مانتی تو پھر ہم میدان میں ہوں گے، گولیوں کے لیے ہمارے سینے کھلے ہوں گے اور لاٹھیوں کے لیے ہمارے سر حاضر ہوں گے۔ ہم قید و بند کی آزمائشیں برداشت کرنے کو تیار ہوں گے لیکن پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں ہوں گے۔ ہم اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسوہ پر عمل کریں گے جنہوں نے مکی دور میں ہر طرح کی تکالیف برداشت کیں لیکن جواب میں کوئی اقدام نہ کرتے ہوئے اپنے موقف پر ڈٹ کر صبر کا مظاہرہ کیا۔

## ممکنہ نتائج:

پُر امن اور منظم احتجاج کے تین ممکنہ نتائج بر آمد ہو سکتے ہیں:

1. حکومت اِن مظاہروں کے نتیجے میں پسپائی اختیار کرے اور منکرات کے خاتمے اور حدود اللہ کے نفاذ کا آغاز کر دے۔ اِس طرح انقلابی جماعت ایک ایک منکر کو ختم کروا کر حدود اللہ کا نفاذ کرواتی رہے گی اور پورا نظام درست ہونے تک یہ جدوجہد جاری رہے گی۔
2. حکومت انقلابی تحریک کو اپنے خلاف انا کا مسئلہ بنا لے اور اپنی بقاء اور مفادات کے تحفظ کے لیے تحریک کو مکمل طور پر کچلنے کا فیصلہ کرے۔ اِس صورت میں حکومت پر قابض مفاد یافتہ طبقات، ریاست کی پولیس اور فوج کو اِس تحریک کو کچلنے کے لیے بے دریغ استعمال کریں گے۔ اگر لوگ اللہ کی راہ میں قربانیاں حتّٰی کہ جان دینے پر تیار ہوں اور ثابت قدمی سے میدان میں ڈٹے رہیں تو پولیس کتنوں کو گرفتار کرے گی اور کتنوں کو شہید کرے گی۔ بالآخر پولیس اور فوج جواب دے دے گی کہ یہ مظاہرین ہمارے ہی ہم مذہب اور ہم وطن ہیں۔ یہ کسی ذاتی غرض سے نہیں بلکہ اللہ کے دین کی سربلندی اور اُس کے نفاذ کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے نکلے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ حکومت کا تختہ الٹ جائے گا اور اِن شاء اللہ انقلابی تحریک کامیابی سے ہمکنار ہو گی۔

3. اگر حکومتِ وقت اِس تحریک کو کچلنے میں کامیاب ہو جائے، تو جن لوگوں نے اِس راستے میں جانیں دی ہوں گی، اُن کی قربانیاں ہرگز ضائع نہیں ہوں گی۔ اِن شاء اللہ وہ اجرِ عظیم اور فوزِ کبیر سے نوازے جائیں گے۔ اِن شاء اللہ اِنہی جانثاروں اور سرفروشوں کے خون اور ہڈیوں کی کھاد سے جلد یابدیر کوئی نئی اسلامی انقلابی تحریک ابھرے گی جو طاغوتی' استحصالی اور جابرانہ نظام کو للکارے گی اور وہ وقت آکر رہے گا جس کی خبر نبی اکرم ﷺ نے دی ہے کہ پورے کرۂ ارضی پر اللہ کا دین اُسی طرح غالب ہو کر رہے گا جس طرح آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں جزیرہ نمائے عرب پر غالب ہوا تھا:

تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيكُمْ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَيَكُوْنُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ [۱]

"(اے مسلمانو!) نبوت تمہارے درمیان رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ (یعنی نبی کریم ﷺ کی بنفسِ نفیس موجودگی) پھر نبوت کے طریقہ پر خلافت کا دور آئے گا، یہ دور بھی اُس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر اُسے اُٹھا لے گا۔ پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہوگی جو اُس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر اُسے بھی ختم کردے گا۔ پھر مجبوری کا دورِ حکومت ہوگا جو اُس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہے گا پھر اُسے بھی ختم کردے گا۔ پھر نبوت کے طریقے پر خلافت کا دور آئے گا۔ پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے"۔

إِنَّ اللهَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا [۲]

"اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا۔ پس میں نے اِس کے تمام مشرق و مغرب دیکھ لیے اور میری امت کی حکومت زمین پر وہاں تک پہنچ کر رہے گی جو میرے لیے لپیٹ دی گئی"۔

(۱) مسند احمد، کتاب مُسْنَدِ الْكُوفِيِّينَ، باب حَدِيثُ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ عَنِ النَّبِيِّ

(۲) صحیح مسلم، کتاب الْفِتَنِ وَأَشْرَاطِ السَّاعَةِ، باب هَلَاكِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ عَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ

لَا يَبْقَى عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ كَلِمَةَ الْإِسْلَامِ بِعِزِّ عَزِيزٍ أَوْ ذُلِّ ذَلِيلٍ إِمَّا يُعِزُّهُمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فَيَجْعَلُهُمْ مِنْ أَهْلِهَا أَوْ يُذِلُّهُمْ فَيَدِينُونَ لَهَا[1]

"روئے زمین پر نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر رہ جائے گا اور نہ اونٹ کے بالوں کا بنا ہوا خیمہ جس میں اللہ کلمۂ اسلام کو داخل نہ کر دے خواہ کسی سعادت مند کو عزت دے کر اور خواہ کسی بدبخت کی مغلوبیت کے ذریعے یعنی اللہ تعالیٰ جن کو عزت عطا فرمائے گا اُنہیں کلمۂ اسلام کا قائل بنا دے گا اور جن کو ذلیل فرمائے گا انہیں اِس کے تابع فرما دے گا"۔

اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش ... اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغام سجود ... پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں ... محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے ... یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

(1) مسند احمد، کتاب بَاقِي مُسْنَدِ الْأَنْصَارِ، باب حَدِيثُ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ رضی اللہ عنہ